قیمت مجلد للعہ، پتہ :- پبلشرز یونائٹڈ چوک انارکلی لاہور،

آج سے چند سال پہلے بہارستان کے نام سے مولانا ظفر علی خان کے کلام کا ایک ضخیم مجموعہ شائع ہو چکا ہے اب نگارستان کے پیکر میں دوسرا مجموعہ جلوہ گر ہوا ہے، اس مجموعے میں مذہب، سیاسیات، قومیات اور دوسرے متفرق واقعات وحالات اور جذبات و تاثرات پر چھوٹی بڑی ۔۔ نظمیں ہیں، مولانا کی شاعری تعارف و تحسین سے مستغنی ہے، بلاشائبہ مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ قادر الکلامی میں کوئی ان کا حریف نہیں، ان کا اشہب فکر ہر میدان میں یکسان جولانی دکھاتا ہے، اتنے گوناگون اور متنوع موضوعون پر طبع آزمائی کی مثال دوسرے شعرا میں نہیں مل سکتی، مشکل سے مشکل قوافی اور سنگلاخ سے سنگلاخ زمینون میں ان کے رہوارِ فکر کی سبک خرامی اور کلام کی روانی اور برجستگی میں فرق نہیں آتا، نامانوس الفاظ استعمال نہیں کرتا، ان سے کھیلتے ہیں، مشکل سے مشکل قافیون کو نگینہ کی طرح جڑ دیتے ہیں، الفاظ اور خیالات دونون حیثیتون سے ان کے کلام کی بوقلمونی کی مثال مشکل سے مل سکتی ہے، اس میں بال جبریل کی پرواز اور انفاس عیسی کی جان بخشی بھی ہے، اور طنز و ظرافت کی چٹکیان اور پھبتیان بھی، طوفان کا جوش و خروش بھی ہے، اور نسیم سحر کی مستانہ خرامی بھی، کوہستانون کی سنگلاخی بھی ہے اور حریر پرنیان کی نرمی و ملاحت بھی، بادسموم کی حرارت اور لپٹ بھی ہے، اور قطرات شبنم کی ٹھنڈک بھی، غرض ہر رنگ کے نمونے موجود ہیں، امید ہے کہ ارباب ذوق اس تازہ خوان ادب سے لطف اندوز ہون گے،

تاریخ امارت مولفہ جناب مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۶۰ صفحے کاغذ کتابت وطباعت معمولی، قیمت :- عہ، مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ،

اس کتاب میں مولینا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار نے امارت شرعیہ کی تاریخ قلمبند فرمائی ہے، کتاب کے شروع میں ہندوستان میں امارت شرعیہ کے قیام کی ضرورت و اہمیت پر بحث اور اسکے لئے مولانا اسمٰعیل شہید سے لیکر حضرت شیخ الہند کے دور تک کا بر علماء کی مجاہدانہ کوششون کا مختصر ذکر ہے، پھر اسکی ابتدائی مساعی کے اسباب و مصالح بیان کئے ہیں اسکے بعد بہار کی امارت شرعیہ کی سرگذشت اور اسکے نظام اور کامون کی تفصیل ہے، کتاب مسئلہ امارت سے دلچسپی رکھنے والون کے مطالعہ کے لائق ہے، (م)

جلد ۵۴ ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۴۴ء عدد ۲

مضامین

شذرات

افسوس ہے کہ ۱۷ رجب ۱۳۶۳ھ کی صبح کو مولانا الیاس صاحب کاندھلوی مقیم بستی نظام الدین دہلی نے چند ماہ کی علالت کے بعد بستی نظام الدین دہلی میں انتقال فرمایا، وہ اس عہد میں ان نفوس قدسیہ کی مثال تھے جن کے دم قدم سے ہندوستان میں اسلام کا چراغ روشن ہوا، ان کا وجود اس دعوی کی کہ ہندوستان میں اسلام بادشاہوں کے تیغ و خنجر کے سایہ میں نہیں بلکہ بے نوا فقیروں کے فیوض و برکات کے زیر سایہ بڑھا اور پھلا پھولا ہے، سب سے تازہ دلیل ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی قبر پر اپنی رحمت کے پھول برسائے،
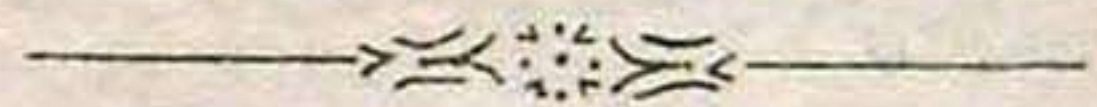
پایۂ تخت دہلی کے ارد گرد ہزاروں میواتی جن کی تعداد کم و بیش پچاس لاکھ تک پہنچ جاتی ہے، سینکڑوں برس کے شاہانہ جاہ و جلال اور رعب و ہیبت کے باوجود ایسے ہی نو مسلم تھے جو اسلام کے بجائے بت پرستی سے زیادہ قریب تھے اور ۱۹۰۰ء سے لیکر پچھلے آریہ فتنہ تک ان کے ارتداد کا خطرہ ہمیشہ مسلمانوں کا دامنگیر رہتا تھا حضرت مولانا نے نہایت خاموشی کے ساتھ صرف اپنے مخلصانہ سادہ طریق اور صحیح اصول دعوت کے ذریعہ پچیس برس کی ان تھک محنت میں ان کو ان خالص و مخلص مسلمانوں کی صورت میں بدل دیا جن کے ظاہر و باطن پر خاندانی مسلمانوں کو بھی رشک آتا ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ،
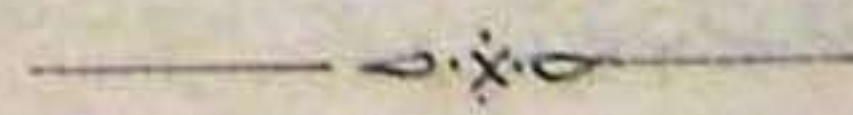
ابھی لڑائی ختم نہیں ہوئی ہے مگر مابعد جنگ کی دنیا کی تشکیل کے لئے اہل فکر و نظر کی خیال آرائی کا غذون پر خاکہ کی لکیرین کھینچنے میں ابھی سے مصروف ہے، مسٹر سارجنٹ مرکزی حکومت کے تعلیمی ماہر ہندوستان کے لئے

تعلیم کا ایک نیا خاکہ تیار کر رہے ہیں، جس کی نسبت بیان ہے کہ وہ تمامتر قومی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے، اور بعض ذہنی تعلیم کے بجائے جیسا کہ اس وقت ہے اس میں صناعی اور عملی تعلیم کے اجزار زیادہ ہون گے، ظاہر ہے کہ یہ تعلیم ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے یکسان ہوگی، کانگریس وزارت کے زمانہ میں جس بنیادی تعلیم کو رائج کیا جا رہا تھا غالباً اس میں بھی یہی دو چیزیں اصلی اور بنیادی تھیں، لیکن مسلمانوں نے اس کی بہت سخت مخالفت کی اور بجا کی، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس نئی سرکاری تجویز کے ساتھ وہ کیا معاملہ کرتے ہیں،

آل انڈیا ہسٹاریکل کانگریس کا سالانہ اجلاس امسال دسمبر کی تعطیلون میں مدراس میں ہو رہا ہے اس کے ایک شعبہ (ماقبل مغل عہد) کی صدارت دار المصنفین کے حصہ میں آئی ہے، دار المصنفین کا انگریزی میں کوئی کارنامہ نہیں، لیکن اس کے باوجود اگر اہل کانگریس کی نگاہ اس کی طرف اٹھی تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے کارنامون نے قبولیت عامہ کی سند پائی ہے، فالحمد للہ

دار المصنفین کی مجوزہ تاریخ ہند کے متعدد حصے تکمیل پا چکے ہیں، اس سلسلۂ تاریخ کا اہم مقصد یہ ہے کہ مسلمانون کے ان تمدنی و صنعتی و علمی و فنی کارناموں کو دیکھا جائے جن سے یہ معلوم ہو کہ ہندوستان کی تعمیر میں ان کی کوششوں کو کہان تک دخل ہے، اس ضمن میں ایک پوری جلد ہندوستان میں مسلمانوں کی فوجی و عسکری تنظیم پر ہے، اور جس کو ہمارے رفیق مولوی سید صباح الدین عبد الرحمان صاحب ایم اے نے کئی سال کی تلاش و محنت میں ترتیب دیا ہے، یہ کتاب ابھی اُن کے قلم سے پوری ہو کر ختم ہوئی ہے،

فواد اوّل یونیورسٹی مصر کے مشرقی شعبہ کے استاذ محی الدین کا ایک نوازش نامہ ابھی حال میں موصول ہوا ہے جس سے یہ ظاہر ہوا کہ مجمع فواد (فواد ایکاڈیمی) کے نام سے ایک مجلس وہان بنائی گئی ہے جس کی غرض عربی زبان میں نئی علمی و فنی اصطلاحات کا بنانا اور پھیلانا ہے، اس سال اس ایکاڈیمی کے ایوان میں علوم مشرقی کے علماء اور ماہرین کی ایک کانفرنس ہوئی جو ڈیڑھ ماہ تک قائم رہی، اس کانفرنس میں بہت سی اہم تجوزیں منظور ہوئیں جو وقتاً فوقتاً شائع ہونگی، اس ضمن میں ایک تجویز یہ بھی منظور ہوئی ہے کہ قرآن پاک کی ایک فنی ڈکشنری لکھی جائے، اس کام کے لئے

ایک کمیٹی الگ بنا دی گئی ہے جو اپنا کام مستقل طور سے انجام دیتی رہے گی،

اس اخیر کمیٹی میں استاذ موصوف نے دارالمصنفین کی کتاب ارض القرآن کو روشناس کیا، کمیٹی نے اس کتاب کے مفید مضامین کی تلخیص و ترجمہ کی تجویز منظور کی، گو کہ یہ کتاب جو آج سے پچیس تیس برس پہلے لکھی گئی تھی، زمانہ کے علوم کی ترقی کیساتھ اب نئے پرداز پر تالیف کی محتاج ہے، تاہم یہ فخر اس کے لئے کیا کم ہے کہ اس نے قدیم و جدید علوم کے ارکان عظام سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے، ان سے مراد حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی مرحوم ہیں اور آج مصر کی سرزمین میں اس کا ذکر سنا جارہا ہے، وللہ الحمد۔

خطبات مدراس کے نام سے جو کتاب اردو میں شائع ہے اس کے انگریزی ترجمہ کا مطالبہ ہر طرف سے عرصہ سے جاری تھا، اب اہل شوق کو یہ سنکر خوشی ہوگی کہ انگریزی کے ایک نوجوان ادیب سید الحق صاحب ایم لے نے اس کا انگریزی میں ترجمہ پورا کرلیا ہے، یہ ترجمہ گو وہ بہت پہلے کرچکے تھے مگر اب تک اسکی اشاعت نہیں ہوئی تھی، رانچی کے ایک مخیر کاروباری مسلمان ایس لے جبار کی مالی امداد سے اس کے آٹھ میں سے پانچ خطبوں کا ترجمہ شائع ہوگیا ہے،

پچھلے دنوں ادارۂ ادبیات اردو کی دعوت پر حیدرآباد دکن میں اردو کانگریس کے نام سے ایک اہم مجلس منعقد ہوئی جس میں دکن اور شمالی ہند کے بہت سے مشاہیر اور اکابر جمع ہوئے اور اردو زبان کی ترقی، توسیع اور اشاعت پر اہم مباحث طے ہوئے، جن میں سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ ہنگامی مجلس مستقل مجلس کی شکل میں قائم ہوگئی، اور ابھی سے اس کے آیندہ اجلاس کا مقام لکھنؤ مقرر ہوگیا، جس کے صدر سر تیج بہادر سپرو ہونگے، اس مجلس کے عہدہ داروں میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے نام ملتے ہیں، کیا عجب یہی اردو کانگریس آپس کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا ذریعہ بنے، اس لئے ہم اس کانگریس کا شاندار استقبال کرتے ہیں،

کاغذ کی کمیابی کے باوجود معارف نے اب تک اپنے صفحات کو قائم رکھا، لیکن گورنمنٹ کے تازہ آڈر کے مطابق اس کی آیندہ اشاعت کے صفحات کم کردینے پڑیں گے، کوشش کی جائیگی کہ خط کو خفی کرکے مضامین کی کمیت میں کمی نہ ہونے دی جائے،

مقالات

کتاب العشر والزکوٰۃ

از

مولانا سید ریاست علی صاحب ندوی

زکوٰۃ کو اسلامی عبادات میں نماز کے بعد سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کیلئے باہم عملی ہمدردی سے پیش آنے اور ایک دوسرے کے امداد و اعانت کرنے کا ایک بڑا ذریعہ بنایا ہے، اسلام نے حقوقِ الٰہی و حقوقِ عباد جدا جدا مقرر کئے، اور ان دونوں کو اصلِ دین قرار دیا، نماز کو حقوق اللہ کے ادا کرنے کا ذریعہ بنایا، اور زکوٰۃ کو حقوقِ عباد کے ادا کرنے کا وسیلہ قرار دیا، اور قرآن مجید میں ان دونوں کا ذکر اس طرح بار بار ایک ساتھ آیا کہ مسلمانوں کے لئے ان دونوں پر عمل کرنا یکساں طور پر ضروری قرار پایا،

اسلام نے ان دونوں ارکان پر عمل کرنے کیلئے اخلاص و صدقِ نیت کے بعد ان کو اجتماعی نظام کے ساتھ ادا کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہے، اور اسلام کی تنظیمی زندگی کی یہی دو ایسی بنیادیں قرار پائی ہیں جن پر نظم ملت کی عمارت قائم ہے، ان میں سے ایک روحانی نظام ہے، جو مسجدوں میں جماعت کی شکل میں قائم کیا گیا ہے، اور دوسرا مادی نظام ہے، جس میں مال کی ایک معین مقدار کو بیت المال کے ذریعہ جمع کرکے مستحقین میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نماز با جماعت کے لئے وقتی اجتماع درکار ہے، جو مسجدوں میں حاصل ہوجاتا ہے، لیکن زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لئے تنظیمی اجتماع و مرکزیت کے قائم کرنے کی ضرورت داعی ہوتی ہے، جس کے لئے

نصبِ امارت اور بیت المال کا قیام ضروری قرار دیا گیا ہے،

اسلام مین دین و سیاست دو علحدہ چیزین نہین، اسلامی نظام سیاسی کا امیر مسلمانون کا دینی پیشوا بھی ہوتا ہے، اس کی ذات مین دونون حیثیتین یکجا رہتی ہین، وہ "قیصر" اور "خدا" دونون کے حصون کا محصل اور نگہبان ہوتا ہے، اس لئے اسلامی نظام حکومت کے ماتحت زندگی گذارنے والے مسلمان اسلامی حکومت کے محصل زکوٰۃ کو اپنی واجب الادا رقمین ادا کرتے تھے، اور محاسبۂ اخروی و دنیاوی دونون سے سبکدوش ہوتے تھے، ان کی رقمین اسلامی خزانہ بیت المال مین جمع ہوتی، اور اسلام کے بتائے ہوئے مستحقین زکوٰۃ پر خرچ کیجاتی تھین، جب تک اسلام کا نظام سیاسی دنیا کے مختلف حصون مین قائم رہا، یا جہان آج بھی کسی شکل مین موجود ہے، اسی پر عملدرآمد ہوتا رہا، اور آج بھی ہوتا ہے،

ہندوستان کے عہدِ اسلامی مین بھی چند حکمرانون کے عہد کو چھوڑ کر اسلامی آئین کے مطابق قوانین نافذ ہے، اور ہندوستان کے مسلمان اجتماعی حیثیت سے اسی نظام سیاسی کے ماتحت شرعی محاصلِ عشر و زکوٰۃ ادا کرتے رہے، چنانچہ کسانون اور زمیندارون کے درمیان کاشتکاری اور محاصل کے سلسلہ مین بعض اصطلاحین آج بھی رائج ہین جنھین اسلامی آئین کے نفاذ کی یادگار کہا جا سکتا ہے،

ہندوستان سے اسلامی حکومت کے زوال کے بعد اسلامی نظام اجتماع کے شیرازہ کے منتشر ہو جانے سے مسلمانون کو بہت سے شرعی احکام و فرائض کی تعمیل مین غیر معمولی دقتون کا سامنا کرنا پڑا، اب وہ مختلف شہرون اور قریون مین عیدین، جمعہ اور پنجگانہ نمازون کے لئے اپنی جماعت مین سے کسی صالح و دیندار کو نماز کی امامت کے لئے منتخب کرنے لگے، یا اسلامی عہد مین مختلف مقامون مین جو صاحبین اس منصب پر مامور تھے انھون نے یا ان کے اخلاف نے یہ ذمہ داری خود سے سنبھال لی لیکن اب وہ عشر و زکوٰۃ اور مختلف شرعی محاصل کو اجتماعی حیثیت سے کسی شیرازہ مین منسلک ہو کر ادا کرنے سے قاصر تھے، اور دیندار مسلمانون کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا، کہ اپنی صوابدید سے ان محاصل کو انفرادی طور پر مستحقین کے درمیان تقسیم کر دین، یا انفرادی طور پر

اپنی جماعت مین سے کسی صالح و متقی کے حوالہ کرین کہ وہ اس خدمت کو اپنی ذمہ داری پر انجام دیدے، دوسری طرف سہل پسند طبائع کو سہل انگاری کا موقع ملا، اور رفتہ رفتہ وہ اس اہم ترین دینی فریضہ کے ادا کرنے سے غافل ہوتے گئے، یہانتک کہ غفلت کا یہ عالم پہنچا کہ اس کے عام جزئی مسائل تک عام طریقہ سے لوگون کے ذہن مین مستحضر نہ رہ سکے،

ہندوستان مین مسلمانون کے اس اجتماعی انتشار و پراگندگی کا احساس اسلامی حکومت کے زوال کے بعد ہی سے خواص امت کو ہوتا گیا، اور مسلمانون کی شیرازہ بندی کی تحریک مختلف زمانون مین مختلف حلقون سے مختلف شکلون مین اٹھتی رہی، تا آنکہ صوبہ بہار کے صالحینِ امت نے اپنی ہمت سے اس بارِ عظیم کو اٹھا لیا، اور ایک ادارہ "امارتِ شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ" کی بنا ڈال کر مسلمانون کو ایک شیرازہ مین منسلک کر کے شریعت کے اجتماعی کامون کو جماعت و اجتماع کے نظم کے ساتھ انجام دینا شروع کیا، اور اس صوبہ کے مسلمانون کو اس تنظیم مین شریک ہونے کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ نے اس صوبہ کے مسلمانون کے سوادِ اعظم کے دلون کو منتخب امیر کے اتباع کی طرف مائل کیا، اور اس ادارہ نے اس صوبہ مین مسلمانون کی مفید تنظیمی و اجتماعی خدمات انجام دین، اور بحمد اللہ اس کا سلسلہ آج تک قائم ہے،

اس ادارہ نے مسلمانانِ بہار کی شیرازہ بندی کے ساتھ انھین اسلام کے ملی و تنظیمی فرائض و واجبات سے آگاہ کرنے کے لئے مفید رسالے بھی وقتاً فوقتاً شائع کئے، اور اسی سلسلہ مین ایک مختصر رسالہ عشر و زکوٰۃ بھی تھا، جس مین اس دینی فریضہ کے ضروری مسائل اختصار کے ساتھ قلمبند کئے گئے تھے، لیکن اس موضوع پر ایک ایسی مفصل جامع اور مستند تصنیف کی ضرورت تھی جس مین اس موضوع کے ایسے ضروری مسائل جن کی عملاً ضرورت پیش آتی ہے، اطمینان بخش طریقہ پر پیش کئے جائین، بحمد اللہ کہ یہ مفید و اہم دینی خدمت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی ناظم امارتِ شرعیہ بہار کی عالمانہ و فقہی بصیرت سے "کتاب العشر والزکوٰۃ" کے نام سے انجام پائی، اور وقت کی ایک اہم ضرورت پوری ہوئی، اس اہم دینی خدمت کی ادائی

پر لائق مولف دلی مبارکباد کے مستحق ہین، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے، لیکن اس کتاب کی افادی خوبیون کے اعتراف کے ساتھ اس کے ایک ایک جزی کو دقتِ نظر کے ساتھ دیکھنے کی ضرورت بھی داعی ہے، کہ اوس کو عشر و زکوٰۃ کے مسائل مین شرعی قوانین کا ایسا مجموعہ ہونے کا درجہ حاصل ہو جس کے قوانین کے بموجب ایک پورے صوبہ مین عملدرآمد جاری ہو گا، اس لئے اس کی ان اہمیتون کا لحاظ کرکے ضروری ہے، کہ شرعی و فقہی حیثیت سے اس کی ہر سطر پر ایسی نظر ڈال لی جائے، کہ بظاہر اس کی مسائل و فتاوی مین کوئی جزئی مسامحت باقی نہ رہ جائے، ذیل کی سطرون مین اسی خدمت کے انجام دینے کی کوشش کی گئی ہے، اور ان سطرون کی تسوید کا یہی اصل مدعا ہے،

اگرچہ کتاب کا مسودہ ملک کے ممتاز اکابر علمار کی نظر سے گذر چکا ہے، چنانچہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولینا عبدالحلیم صاحب صدیقی نے اس پر تقریظ لکھی ہے، حضرۃ الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ کی تحریر مقدمہ کے طور پر کتاب میں منسلک ہے، اور آخر مین صوبہ بہار کے بہت سے علمار کی توثیق ثبت ہے، لیکن افسوس ہے کہ ان بزرگون مین سے کسی کو بھی اس کے بالاستیعاب پڑھنے کا موقع نہین مل سکا ہے، حالانکہ ضرورت تھی کہ یہ مجموعہ مسائل اس حیثیت سے عام مسلمانون کے ہاتھون مین دیا جائے، کہ خواص امت کو اس کی ہر سطر سے اتفاق ہو، اس کے برخلاف گمان ہوتا ہے کہ اگر انفرادی طور پر تصریح کے ساتھ اس کے بعض مسائل مثلاً مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب یا دوسرے علمائے ہند کے سامنے پیش کئے جائین تو شاید وہ بعض مقامون پر اس سے کلیتہً اتفاق نہ کر سکین،

اس بنا پر اس کتاب کے مطالعہ سے جو نقوش راقم سطور کے ذہن مین قائم ہوئے، انھین قلمبند کرکے مکتوب کے ذریعہ لائق مصنف کی خدمت مین پیش کرنے کی جرأت کی گئی، اس مکتوب مین کتاب کے غیر معمولی محاسن کی ستایش کے ساتھ جو شکوک تھے، انھیں عرض کیا گیا تھا، لائق مصنف نے اپنے جواب گرامی مین بعض شکوک کی تشفی بخش طریق پر دور کئے، باین ہمہ بعض مسائل ایسے باقی رہ گئے، جو راقم سطور کی نگاہ بے بصیرت

مین اب بھی محلِ نظر معلوم ہوتے ہین، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ انھین قلمبند کر دیا جائے، خصوصًا اس لئے کہ یہ کتاب پہلی مرتبہ بہت تھوڑی تعداد مین چھاپی گئی ہے، اور اس کی طبعِ ثانی کا مرحلہ جلد ہی پیش آنے والا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ملک کے مستند علما، مؤلف کے بیان کردہ فقہی مسائل و استنباط پر غور فرمالین، اور ان مختلف فیہ مسائل مین مستند علمار سے صلاح و مشورہ کے بعد اس کتاب کو آیندہ اس حیثیت سے مسلمانون کے سامنے لایا جائے، کہ کم سے کم ان مسائل مین یہ فقہ حنفی کا مفتی بہ مجموعہ قرار پائے، اور اوس کا ہر جزیہ بلا اختلاف، قانونِ اسلام کی حیثیت سے تسلیم کیا جا سکے،

کتاب چند ابواب مین تقسیم کی گئی ہے، پہلا باب فرضیۃ الزکوٰۃ من الآیات والاحادیث و اقوال الفقہاء والاجماع کے عنوان سے ہے، جس مین قرآن مجید کی آیات، احادیث، فقہار کے اقوال اور اجماع سے زکوٰۃ کی فرضیت کے احکام و مسائل اور اس کے ادا کرنے کا اجر اور نہ ادا کرنے والون کے لئے وعیدون کو جمع کیا ہے،

اس کے بعد دوسرا باب "ولایۃ اخذ الزکوٰۃ والعشر" یعنی زکوٰۃ و عشر وصول کرنے کا شرعی حق امام و والی کو حاصل ہے، اور تیسرا باب "فی الاموال الباطنۃ وحق المطالبۃ والتصرف فیہا للائمۃ" یعنی اموال باطنہ اور ان کے متعلق امام کا حقِ مطالبہ و حق تصرف" کے عنوانون پر درج ہے، ان دونون بابون مین مصنف نے مختلف مسائل و جزئیات کے ساتھ حسب ذیل بنیادی مسائل اپنے دلائل کے ساتھ پیش کئے ہین

۱۔ اسلام مین زکوٰۃ کے وصول کرنے کا حق صرف امام و والی کو حاصل ہے، امام اپنی طرف سے اس حق کو اربابِ اموال کے سپرد کر سکتا ہے، اربابِ اموال کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی زکوٰۃ کو اپنے اختیار سے مستحقین پر صرف کر سکین،

۲۔ شریعت مین اموالِ ظاہرہ و اموالِ باطنہ یعنی سونا چاندی وغیرہ میں کوئی فرق نہین ہے، اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ بھی امام کے حقِ مطالبہ مین داخل ہے، لیکن حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ مین اموال کی کثرت ہو گئی، اور مالون کی تفتیش اربابِ اموال

کے لئے باعث نقصان ہونے لگی، تو حضرت عثمان رضنے صحابہ کرام رض کے اتفاق رائے سے اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی ادائی کو خود ارباب اموال کے سپرد فرمادیا، لیکن اس کی حیثیت توکیل حق کی تھی، اسقاط حق کی نہ تھی، اسلئے آج بھی امام اور اوس کے والی کو اموال باطنہ کی زکوٰۃ کے مطالبہ کا حق شرعاً حاصل ہے، اور اموال باطنہ کی زکوٰۃ بھی بیت المال ہی کے ذریعہ سے فقراء و مستحقین کو دیجائیگی، یا اگر مقامی طور پر دینی ہوگی، تو امیر کو مطلع کرکے اس سے اجازت حاصل کرنے کے بعد دیجاسکتی ہے، ارباب اموال زکوٰۃ کی رقم کی تعداد اور مستحقین کی فہرست امیر کو لکھ بھیجیں، اور اس کی طرف سے مستحقین کو زکوٰۃ دینے کا اجازت نامہ بھیجا جائے،

۳- اگر ارباب اموال اپنی ذاتی صوابدید سے اپنی زکوٰۃ خود مستحقین میں تقسیم کردیں گے، تو وہ شرعاً زکوٰۃ کی ادائی سے بری الذمہ نہ ہونگے، امام ان سے دوبارہ زکوٰۃ وصول کرے گا، اور تاوقتیکہ وہ امام کو دوبارہ اپنی زکوٰۃ ادا نہ کردیں، وہ عند اللہ بھی سبکدوش نہیں ہون گے،

۴- امام کو اخذ زکوٰۃ کا حق حفاظت وصیانت کے صلہ میں حاصل نہیں، بلکہ محض شرعی ولایت کی حیثیت سے حاصل ہے،

لائق مصنف نے ان مباحث کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا ہے، وہ ہمارے نقطۂ نظر سے فقہ حنفی کے مفتی بہ مسائل کے مطابق پورا پورا نہیں اترتا، اس سلسلہ میں حسب ذیل معروضات بہ ترتیب پیش ہیں،

(۱)

لائق مصنف نے اصولی طور پر امام کے حق ولایت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اور آیات، احادیث، آثار و اقوال و تصریحات فقہا و محدثین سے وہ جو کچھ استشہاد لائے ہیں، ان میں اصولاً کوئی کلام نہیں، یہ صحیح ہے کہ اسلام میں امام کو زکوٰۃ کے وصول کرنے کا حق عطا کیا گیا ہے، لیکن اس کو یہ حق علی الاطلاق حاصل نہیں، بلکہ اموال زکوٰۃ کی نوعیتوں کے اعتبار سے وہ محدود و مشروط ہے، زکوٰۃ کے لحاظ سے اموال کی جو دو مختلف قسمیں اموال ظاہرہ، و اموال باطنہ قرار پائی ہیں، فقہائے احناف نے ان میں سے امام کو جو حق ولایت

دیا ہے، وہ صرف اموال ظاہرہ میں یا ان اموال میں ہے جو اموال ظاہرہ کے حکم میں داخل ہوجائیں، متداول کتب فقہ میں اس کی تصریح عام طور پر کی گئی ہے، چنانچہ فقہاء نے پہلے مال کی حسب ذیل قسمیں قرار دی ہیں،

فمال الزکوٰۃ نوعان ظاھرٌ وھو	زکوٰتوں کا مال دو قسموں کا ہے، ایک ظاہر جو
المواشی والمال الذی یمر بہ	اور وہ مویشی ہیں اور وہ مال ہے جس کو لیکر
التاجر علی العاشر و باطنٌ وھو	تاجر عشر وصول کنندہ پر گذرتا ہے، اور دوسری
الذھب والفضۃ و اموال التجارۃ	قسم باطن ہے، یہ سونا، چاندی، اور اپنے مقام
فی مواضعھا،	پر تجارت کا مال ہے،

اس کے بعد اموال ظاہرہ و باطنہ کی زکوٰۃ کی وصولی و ادائی کے متعلق حسب ذیل جداگانہ تصریح کی گئی ہے:-

اما الظاھر فللامام ولنوابہ و	اور مال ظاہر تو یہ امام اور اوس کے قائم مقامون
ھو المصدقون ...... والدلیل	کے لئے ہے، اور وہ محصلین ہیں، .... اور اسکی
علی ان للامام ولایۃ الاخذ فی	دلیل کہ امام کو مویشیون، اور اموال ظاہرہ
المواشی والاموال الظاھرۃ الکتاب	کی زکوٰۃ کے وصول کرنے کی ولایت حاصل ہو
والسنۃ والاجماع واشارۃ	وہ کتاب سنت اجماع اور قرآن مجید کے
الکتاب ...... واما المال الباطن	اشارات ہیں، .... اور مال باطن جو شہر
الذی یکون فی المصر فقد قال	کے اندر رہتا ہے، تو ہمارے مشائخ رحمہم اللہ
عامۃ مشائخنا ان رسول اللہ	نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
صلی اللہ علیہ وسلم طالب	اس کی زکوٰۃ طلب فرمائی، نیز حضرت ابوبکر
بزکاتہ وابوبکر وعمر طالبا و	و عمر رضی اللہ عنہما نے طلب کی، اور حضرت

وعثمان طالب زمانا ولما کثرت اموال الناس ورای ان فی تتبعها حرجا علی الامۃ وفی تفتیشها ضررا بارباب الاموال فوض الاداء الی اربابها۔

(بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۳۵)

عثمانؓ بھی ایک زمانہ تک طلب کرتے رہے لیکن جب لوگوں کے مال کی زیادتی ہوگئی، اور انھوں نے دیکھا کہ اس طریقہ کے جاری رکھنے میں مسلمانوں کے لئے دشواری ہے، اور مالوں کی تفتیش کرنے میں ارباب اموال کے لئے نقصان رساں ہو تو انھوں نے اس کی زکوٰۃ کی ادائی کو اس کے مالکوں کو تفویض کر دیا۔

(۲)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی ادائی ارباب اموال کو تفویض ہو چکی ہے، اب ہمارے اور مصنف کے درمیان رایوں کا جو فرق ہے، وہ اس "تفویض" کے وقتی اور دائمی ہونے میں ہے، ہمارے نقطۂ نظر سے فقہ حنفی کے فتوی اور فقہائے احناف کی عام تصریحات کے مطابق عہدِ عثمانی کی یہ "تفویض" "مستقلاً" اربابِ اموال کو حاصل ہو چکی ہے، اب اس میں رد و بدل کرنا اجماع صحابہؓ و علمائے اسلام کے عام مسلک کے خلاف ہوگا، لیکن مصنف کتاب العشر والزکوٰۃ کے نزدیک "یہ تفویض" عہدِ عثمانی کا ایک ذاتی واقعہ ہے، جس کا نفاذ ان کے دورِ خلافت تک قائم رہا، مسلمانوں کے امیر کو اختیار ہے، کہ وہ جب چاہے مصالحِ شریعت کے مطابق اس تفویض کو واپس لیلے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

"جس طرح زمانہ نبوت اور خلفائے ثلثہؓ کے زمانہ میں زکوٰۃ اموال باطنہ کے مطالبہ کا حق امام یا اس کے والی کو تھا، آج بھی امام کو اور اس کے والی کو مطالبہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ کا شرعاً حق حاصل ہے، حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد حکومت میں جو کچھ بھی کسی مصلحت سے انتظام فرمایا تھا، اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ توکیل حق کی تھی، اسقاط حق کی نہ تھی، (ص ۷)

بہر حال ارباب اموال کا خود سے اپنی زکوٰۃ کو مستحقین زکوٰۃ پر صرف کرنا اور ان کو اس کا اختیار

شرعاً بذاتِ خود مستقلاً ہونا، سلف سے خلف تک کسی فقہ حنفی میں نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ ارباب اموال امام و امیر کے نائب کی حیثیت سے اس وقت تک ادا کر سکتے ہیں جب تک امام و امیر کا خود مطالبہ نہ ہو لیکن امام و امیر کی جانب سے جس وقت حسب اقتضائے آئین اسلامی مطالبہ ہوگا ارباب اموال کے لئے یہ جائز نہیں رہے گا، کہ وہ خود سے اپنی زکوٰۃ کو مستحقین زکوٰۃ پر صرف کریں اور اگر وہ ایسا کریں گے، تو امام کو حق ہے کہ وہ ان سے دوبارہ زکوٰۃ وصول کرے،

"بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو کچھ ہوا، اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اس کی حیثیت محض تفویض توکیل کی تھی، حق امام کے اسقاط کی نہ تھی، اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا اختیار تھا کہ کتاب و سنت کے نص صریح کے خلاف وہ کوئی عمل کریں یا فتوی دیں" (ص ۴۳)

پھر اسی سلسلہ میں "خلاصۂ بحث" میں حسب ذیل لفظوں میں نتیجہ پیش کیا ہے :-

"ہر قسم کی زکوٰۃ کی کتاب و سنت کی روشنی میں شرعی تنظیم کی صحیح شکل صرف یہ ہے کہ ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ امیر کے بیت المال میں داخل کی جائے، اور اس کے بیت المال کے واسطہ سے فقراء اور مستحقین زکوٰۃ کو دی جائے" (ص ۱۰۶)

ہمیں لائق مصنف کی مذکورۂ بالا تصریحات سے حسب ذیل وجوہ سے اتفاق نہیں ہے :-

۱- اولاً اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس سبب سے اس حق کو تفویض فرمایا، وہ وجہ علی حالہ اب بھی موجود ہے، علاوہ ازیں انھوں نے اس تفویض کو صحابہؓ کرام کے اتفاق رائے سے جاری کیا تھا، اس لئے اسکی حیثیت اجماع صحابہ کی ہوئی، اب اس میں ترمیم و تنسیخ کلیتہً روا نہ ہوگی، اسی لئے ائمۂ احناف نے اس تفویض کو "مستقلاً" قائم رکھا ہے، اور اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی وصولی کو امام و والی کے دائرۂ حقوق و اختیار سے خارج سمجھا ہے، چنانچہ اس مسئلہ میں کہ اگر اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ صاحبِ مال مستحقین کو خود سے دیدے تو سلطان صاحبِ مال سے اس زکوٰۃ کو دوبارہ وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟

احناف وشوافع کا مشہور اختلاف ہے، اس ضمن مین فقہائے احناف حسب ذیل دلائل لاتے ہین :-

ولو قال ادیت زکاتھا الی الفقراء[۶]
لا یصدق و توخذ منہ عندنا
وعند الشافعی لا توخذ وجہ
قولہ ان المصدق لا یاخذ
الصدقۃ لنفسہ بل لیوصلھا
الی مستحقیھا وھو الفقیر، وقد
اوصل بنفسہ ولنا ان حق الاخذ
للسلطان فھو بقولہ ادیت بنفسی
اراد ابطال حق السلطان فلا یملکہ
ذلک وکذلک العشر علی ھذا
الخلاف وکذا الجواب فیمن مر
علی العاشر بالسوائم او بالدراھم
او الدنانیر او باموال التجارۃ فی
جمیع ما وصفنا، الا فی قولہ ادیت
زکاتھا بنفسی الی الفقراء فیما
سوی السوائم فانہ یقبل قولہ
ولا یوخذ ثانیا لان اداء زکاۃ
الاموال الباطنۃ مفوض الی

اور اگر اس نے کہا کہ مین نے اس کی زکوٰۃ
فقیرون کو ادا کر دی ہے، تو اس کی تصدیق
نہین کیجائے گی، اور ہمارے نزدیک اس سے
دوبارہ وصول کی جائے گی، اور امام شافعی
کے نزدیک دوبارہ وصول نہین کیجائے گی،
ان کے قول کی دلیل یہ ہے کہ مصدق خود
اپنی ذات کے لئے صدقہ وصول نہین کرتا
ہے، بلکہ اس لئے وصول کرتا ہے کہ اوسکو
اس کے مستحق تک پہنچا دے، اور وہ فقیر
ہے، اور مالک نے خود سے ادا کرکے اس فقیر
تک خود پہنچا دیا، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ
زکوٰۃ وصول کرنے کا حق سلطان کو حاصل
ہے، تو مالک نے اپنے اس قول سے کہ مین
خود ادا کر چکا ہون، سلطان کے ایک حق کو
زائل کرنے کا ارادہ کیا، اس لئے وہ اس
کا حق نہین رکھتا، اسی طرح عشر مین اختلاف
ہے، اور اسی طرح اس شخص کے متعلق جواب ہوگا
جو مویشیون یا درہمون، دینارون یا تجارتی

اربابھا اذا کانوا یتجرون بھا
فی المصر فلم یتضمن الدفع
بنفسہ ابطال حق احد،

(بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۳۶)

مالون وغیرہ کو لے کر عاشر پر سے گذرے،
لیکن ان مین سے اس کا یہ قول کہ مین اس کی
زکوٰۃ خود فقیرون کو دیچکا ہون، مویشیون
کے سوا اور چیزون مین قبول کر لیا جائیگا
اور اوس سے دوبارہ وصول نہین کی جائیگی،
(اس لئے کہ تجارتی مال کی حیثیت سے ان کو
ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے سے پہلے یا اموال
اموال باطنہ تھے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے
ادا کر چکا ہو) اس لئے کہ اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ
کی ادائی ان کے مالکون کو تفویض ہو چکی ہے،
جب کہ وہ شہر کے اندر ان کی تجارت کرتے ہون،

خود سے دیں انھون نے کسی کے حق کو باطل نہین کیا ۱۲ منہ

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ کی وصولی کا حق امام کو حاصل ہے اسطرح اموالِ باطنہ کی وصولی کا حق اس کو حاصل نہین، اس لئے اگر امام یا اس کے قائم مقام اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ اس وقت طلب کرین، جب یہ اموال باطنہ، اموالِ ظاہرہ کے حکم مین آجائین، اور صاحبِ مال جواب دے کہ وہ خود فقراء کو ادا کر چکا ہے، یعنی اسی وقت دے چکا ہے، جب وہ اموالِ ظاہرہ کے حکم مین داخل نہین ہوئے تھے، تو اس صورت مین سلطان کو دوبارہ طلب کرنے کا حق حاصل نہین ہے، اس لئے کہ صاحبِ مال نے خود اپنے حق کو استعمال کیا، اور اس کو اس حق کے استعمال کرنے مین کسی طاقت کو روکنے کا حق حاصل نہین ہے، اور نہ خود امام اور اس کے قائم مقام کو اپنے حق اور حدود سے تجاوز کرنے کا اختیار حاصل ہے،

۲- دوسرے یہ کہ اگر اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ کی وصولی کا حق امام کو حاصل ہوتا، تو کتب فقہ مین بیت المال

کی آمدنی کی جو مدین قائم کی گئی ہین، ان مین اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی مد بھی قائم کیجاتی، اس سے معلوم ہوا کہ فقہ حنفی کے رو سے یہ حق دائمی طور پر اربابِ اموال کو تفویض ہوچکا ہے، چنانچہ بیت المال کی آمدنی کے حسب ذیل شعبے قائم کئے گئے ہین :-

واما بیان ما یوضع فی بیت المال	بیان اس امر کا بیت المال مین جو اموال رکھے
من الاموال وبیان مصارفھا، فاما	جائین، اور جس طور پر وہ خرچ کئے جائین، تو
ما یوضع فی بیت المال من الاموال	جو اموال بیت المال مین رکھے جائین گے، وہ
فاربعۃ انواع احدھا زکوٰۃ السوائم	چار قسمون کے ہین، اول سائمہ جانورون کی
والعشور وما اخذہ العشار من	زکوٰۃ، اور عشر، اور جو کچھ عاشر (محصل) ان
تجار المسلمین اذا مروا علیھم	مسلمان تاجرون سے وصول کرین جو ان پر
والثانی خمس الغنائم والمعادن	سے گذرین، دوسرے مالِ غنیمت، معادن
والرکاز والثالث خراج الاراضی	اور رکاز کا خمس ہے، تیسرے اراضی کا خراج
وجزیۃ الروس وما صولح علیہ	فی کس جزیہ اور وہ حلے جن پر بنو نجران سے
بنو نجران من الحلل وبنو تغلب من	مصالحت ہوئی تھی، اور وہ دوچند صدقہ
الصدقۃ المضاعفۃ وما اخذہ	جس پر بنو تغلب سے مصالحت ہوئی تھی،
العشار من تجار اہل الذمۃ و	اور جو کچھ کہ محصل ذمی تاجرون اور حربی
المستامنین من اہل الحرب و	مستامنون سے وصول کرتا ہے، اور چوتھے
والرابع ما اخذ من ترکۃ المیت	جو کچھ اس میت کا ترکہ داخل ہو جس نے
الذی مات ولم یترک وارثا اصلا او	اپنا اصل وارث نہ چھوڑا ہو، یا صرف بیوی
ترک زوجا او زوجۃ (بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۶۹)	یا شوہر کو وارث چھوڑا ہو،

بیت المال کی آمدنی کے ذرائع انھی چار قسمون مین محدود ہین، اور اسی طرح ان مین سے ہر قسم کے اخراجات کے لئے بھی علٰحدہ علٰحدہ تقسیم قائم ہے، اگر اموال باطنہ کی زکوٰۃ بھی امیر کی وساطت سے وصول ہوکر بیت المال مین داخل کیجاتی، تو بیت المال کے آمد و صرف مین لازمی طور پر اس کو بھی درج کیا جاتا، چنانچہ ان اموال باطنہ کا تذکرہ جو قانوناً اموال ظاہرہ کے حکم مین داخل ہو جاتے ہین اپنی جگہ اس مین موجود ہے،

البتہ اگر صاحب مال اپنی صوابدید سے ان کی زکوٰۃ امیر یا اس کے نائب کے حوالہ کردے تو یہ اس شخص کا ذاتی عمل ہوگا، اور امیر اور اس کے نائب ذاتی حیثیت سے اپنی صوابدید سے مستحقین مین اس رقم کو تقسیم کرسکتے ہین، اور یہ وصولی وصرف بحیثیت امیر کے حق کے نہ ہوگی، بلکہ ایک مسلم صالح کی حیثیت سے ہوگی جس پر صاحبِ مال نے بھروسہ کیا ہے، کہ وہ اس رقم کو صحیح مصرف مین لے آئیگا،

۳- تیسرے یہ کہ بعض ائمہ اس سلسلہ مین سرے سے "تفویض" تک کے قائل نہین ہین، بلکہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہی نہین ہے کہ آپ نے اموال باطنہ یعنی سونا چاندی، اور اموالِ تجارت اسواق کی زکوٰۃ کے مطالبہ کے لئے کبھی کسی محصل کو بھیجا ہو، بلکہ ان کے نزدیک یہ حق ابتدائی سے اربابِ اموال کو حاصل تھا، وہ اپنی صوابدید سے انفرادی طور پر ان کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے، یا کبھی خود سے ائمہ کے پاس لے آتے تھے، اور ان سے ان کے مال کی تعداد و مقدار کے متعلق کچھ دریافت کئے بغیر جتنی رقم وہ لے آتے، لے لی جاتی تھی، اور اس سلسلہ مین ان سے کوئی مطالبہ نہین کیا جاتا تھا، ان بعض ائمہ فقہا کے نزدیک اس ضمن مین اس امر کا ثبوت البتہ ملتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اطرافِ ملک سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عامل مقرر فرمائے تھے، لیکن وہ اس کی یہ توجیہ کرتے ہین کہ دور دور سے آنے مین مسلمانون کو جو زحمت اٹھانی پڑتی تھی، انھین اس زحمت سے بچانے کے لئے یہ عمال مقرر کئے گئے تھے، اس لئے اس سے مقصد مسلمانون کو سہولت بہم پہنچانا تھا، نہ کہ ان کی زکوٰۃ کے وصول کرنے کا کوئی حق انھین حاصل تھا جس کو

وہ استعمال کرتے تھے، چنانچہ صاحب بدائع الصنائع نے اس انفرادی رائے کو بھی اموالِ باطنہ کے حق نقد کی تفصیل کے سلسلہ میں درج کیا ہے، وہ لکھتے ہیں، :-

وذکر امام الھدی الشیخ ابو منصور الماتریدی السمرقندی رحمہ اللہ وقال لم یبلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث فی مطالبۃ المسلمین بزکاۃ الورق واموال التجارۃ ولکن الناس کانوا یعطون ذلک ومنھم من کان یحمل الی الائمۃ فیقبلون منہ ذلک و لایسئلون احدا عن مبلغ مالہ ولا یطالبونہ بذلک الا ما کان من توجیہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ العشار الی الاطراف وکان ذلک منہ عندنا واللہ اعلم عمن بعد دارہ وشق علیہ ان یحمل صدقتہ الیہ وقد جعل فی کل طرف من الاطراف عاشرا التجار اھل الحرب والذمۃ و

اور امام الہدیٰ شیخ ابو منصور ماتریدی سمرقندی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم تک ایسی کوئی خبر نہیں پہنچی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے پاس چاندی یا تجارتی مالوں کی زکوٰۃ مانگنے کیلئے کسی کو بھیجا ہو، بلکہ لوگ خود اس کو دیا کرتے تھے، ان میں سے کچھ لوگ اس زکوٰۃ کو ائمہ کے پاس بھیجا کرتے، تو وہ اس کو قبول کر لیتے تھے، لیکن وہ اُن سے ان کے مالکوں کی مقدار دریافت نہ کرتے تھے (کہ تحقیق ہوتی کہ انھوں نے کتنے مال کی زکوٰۃ ادا کی ہے) اور نہ اسکی زکوٰۃ کو ان سے طلب کرتے تھے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو محصلین اطراف میں بھیجے تو ہمارے نزدیک یہ ان لوگوں کے لئے تھا جن کے مکان دور تھے، اور جن کے لئے صدقہ کا لانا دشوار تھا، اور انھوں نے حربی اور ذمی تاجروں کے لئے عاشر محصل مقرر کئے، اور

امران یاخذ وامن تجار المسلمین ماید فعونہ الیہ وکان ذلک من عمر تخفیفا علی المسلمین، (بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۳۵، ۳۶)

انھیں یہ بھی حکم دیا کہ مسلمان تاجر جو کچھ (خود سے) دے دیا کریں، اس کو وہ لے لیا کریں، یہ حضرت عمرؓ کی طرف سے مسلمانوں کو آسانی بہم پہنچانے کے لئے تھا،

۴- چوتھے یہ کہ عہد عثمانی سے دورِ حاضر تک کی اسلامی حکومتوں میں سے کسی شرعی حکومت میں اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ کی وصولی کا حق امام کو حاصل نہیں رہا، اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو صرف اپنے زمانہ کے لئے کیا ہوتا، تو بعد کے زمانہ میں کسی نہ کسی ایک حکمران کے دور میں تو ہو سکتا تھا، کہ فیصلہ عثمانی یعنی تفویض کو رد کر کے بقولِ مصنف، کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنے کے لئے اس حق کو امام دوبارہ اپنے ہاتھوں میں لے لیتا، اس لئے جب کہ عہدِ عثمانی کے بعد کسی زمانہ میں ایسا نہیں ہوا، تو اس زمانہ میں ایک ایسی شرعی عمارت کے لئے جس کا وجود یقینی طور پر بہت قابلِ قدر ہے، لیکن بدقسمتی سے وہ قوت تنفیذیہ سے بھی محروم ہے، اس مسئلہ میں ترمیم اور ردوبدل کرنا کیونکر صحیح قرار پا سکتا ہے؟

البتہ فقہائے احناف نے اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ کی وصولی کا حق سلطان کو اس شکل میں عطا کیا ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ کسی شہر کے مسلمانوں نے ان کی زکوٰۃ کا ادا کرنا چھوڑ دیا ہے، تو اس حیثیت سے کہ وہ امیر اسلام ہے، اسلامی قوانین پر عمل کرانا اس کے فرائض میں داخل ہے، اور اپنے اسی حق وحیثیت کے لحاظ سے اپنی حاکمانہ طاقت کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ ادا کرنے پر مجبور کرے گا، اور اگر یہ توجیہ محلِ نظر ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے، کہ امام کی طرف سے جو حق صاحب مال کو تفویض ہوا تھا، چونکہ اس نے اس حق کو استعمال نہیں کیا، اس لئے جب تک کہ وہ استعمال نہ کرے، امام کو اس حق کے واپس لے لینے کا اختیار حاصل ہے، تاکہ شریعت کے حکم کے مطابق زکوٰۃ ادا ہو سکے، چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے :-

ولھذا قال اصحابنا ان	اور اسی لئے ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے
الامام اذا علم من اھل بلدۃ	کہ جب امام کو کسی شہر کے لوگون کے متعلق
انھم یترکون اداء الزکاۃ من	معلوم ہو کہ اونھون نے اموال باطنہ کی
الاموال الباطنۃ فانہ یطالبھم	زکوٰۃ کا ادا کرنا چھوڑ دیا ہے، تو وہ ان
بھا،	سے ان کی زکوٰۃ طلب کرے گا،

لیکن اگر امام بغیر اس سبب کے کہ مسلمانون نے اس کی زکوٰۃ کا ادا کرنا چھوڑ دیا ہو خود وصول کرنا چاہے، یعنی وہی صورت پیدا ہو جس کو ہمارے لائق مصنف کتاب العشر والزکوٰۃ نے اختیار کیا ہو تو اس صورت مین فقہ حنفی کا غیر مبہم اور واضح فتویٰ ان الفاظ مین کتب فقہ میں ثبت ہو،

لکن اذا اراد الامام ان یاخذھا	لیکن اگر امام زاموال باطنہ کی اوس
بنفسہ من غیر تھمۃ الترک من	زکوٰۃ کو) خود وصول کرنا چاہے بغیر اس
اربابھا لیس لہ ذٰلک لما فیہ	الزام کے کہ ارباب اموال نے اس کا ادا
من مخالفۃ اجماع الصحابۃ	کرنا ترک کر دیا ہے، تو یہ اس کے لئے
رضی اللہ عنھم،	روا نہیں ہے، اس لئے کہ اس مین صحابہ
(بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۳۵)	کرام رضوان اللہ علیہم کے اجماع کی مخالفت

ہمارا خیال ہے کہ بدائع الصنائع کی یہ آخر الذکر عبارت اس سلسلہ بحث کے لئے "آخری لفظ" ہے، جس سے لائق مصنف کے ان تمام قیاسی دلائل کا بھی رد ہو جاتا ہو جس کو اونھون نے اپنے مسلک کے ثبوت مین پیش فرمایا ہے، اس لئے یعنی اس تصریحی حکم کے بعد ہمین ان دلیلون کی تفصیلات مین جانے کی ضرورت نہین جن مین مصنف نے کتب فقہ کی عبارتون سے قیاسی استنباطات کے ذریعہ اپنے مسلک کی تائید کی ہو کہ اگر ان دلائل کو جیسے کہ وہ ہین، علی حالہ بہ فرض قبول بھی کر لیا جائے تو ان کا مآل زیادہ سے زیادہ یہ

نکل سکتا ہو کہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی ادائی کا اصل حق امام کو حاصل تھا، ارباب اموال کو یہ حق خود حاصل نہین، بلکہ امام کی طرف سے تفویض کیا گیا ہو، لیکن سوال یہ ہے کہ اس کو محض وقتی "تفویض عثمانی" قرار دینے کا حق کیونکر حاصل ہو سکتا ہے، جب کہ فقہا کی تصریح کے مطابق اس کی حیثیت وقتی تفویض کے بجائے دائمی تفویض کی ہے، جو **اجماع صحابہ** کے ذریعہ سے عالم وجود مین آئی ہے، اور اس **اجماع صحابہ** کو رد کرنے کا اختیار کسی امام و والی کو بھی حاصل نہین، اور بدائع الصنائع کی عبارت سے یہ آشکارا ہے کہ کم سے کم فقہ حنفی کی تصریح کے مطابق امام کو اموال باطنہ کی زکوٰۃ کے وصول کرنے یا اوس کے متعلق کوئی آمرانہ حکم نافذ کرنے کا اختیار سرے سے حاصل نہین، یہ چیز اس کے حدود اختیار سے باہر ہے،

اسی سلسلہ مین یہ اشارہ بھی کر دینا مناسب ہے کہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ کے تعلق کا امام و والی کو سے نہ ہونا صرف فقہ حنفی کا مسئلہ نہین بلکہ یہی دیگر مذاہب کا بھی متفقہ مسلک ہے، مثال کے لئے قاضی ابو یعلی حنبلی متوفی ۴۵۸ھ کی مشہور کتاب الاحکام السلطانیہ کا اقتباس ذیل مین پیش ہے، اس سے عمومی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، وہ فرماتے ہین :-

والاموال الزکاۃ ضربان	زکاۃ کے مال کی دو قسمین ہین، ظاہر اور باطن،
ظاھرۃ وباطنۃ فالظاھرۃ :	ظاہر وہ مال ہے جس کا چھپانا ممکن نہین،
ما لا یمکن اخفاؤہ من الزرع	جیسے کھیتی، پھل، مویشی، اور باطن وہ مال ہو
والثمار والمواشی، والباطنۃ	جس کا چھپانا ممکن ہو، جیسے سونا چاندی اور
ما امکن اخفاؤہ من الذھب	تجارتی سامان، صدقات کے والی کو مال باطن
والفضۃ وعروض التجارۃ	کی زکوٰۃ مین کوئی حق نہین ہے، اس کے
ولیس لوالی الصدقات نظر	مالک اس کی زکوٰۃ کے ادا کرنے کا زیادہ
فی زکاۃ المال الباطن و اربابہ	حق رکھتے ہین، بجز اس کے کہ ارباب اموال

احق باخراج زکاته منه الا ان — از خود بطور تطوع، اس کی زکوٰۃ والی

یبذل لها ارباب الاموال طوعًا — کو دیدین، اور وہ اُن سے قبول کرے، ام

فیقبلها ویکون فی تفرقتها عونا لهم — اس زکوٰۃ کے اس تقسیم کرنے مین ایک قسم

ونظرہ مخصوص بزکاۃ المال — کی ان کی مدد ہو گی، والی کا حق مال ظاہر

الظاهر، یؤمر ارباب الاموال — کی زکوٰۃ کے ساتھ مخصوص ہے جب وہ

بدفعها الیه اذا طلبها فان لو — اس کو طلب کرے تو ارباب اموال اس کے

یطلبها جاز دفعها الیه، — ادا کرنے پر مامور ہین، لیکن اگر وہ طلب نہ

(ص ۹۹) — کرے تو ان کا ادا کرنا جائز ہے، (باقی)

ارض القرآن جلد اول

کا

جدید اڈیشن چھپ کر تیار ہے

عرب کا قدیم جغرافیہ عاد، ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر، اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے، ضخامت ۳۲۴ صفحے قیمت عہ،

ارض القرآن حصہ دوم

قرآن مجید کے اندر جن قومون کا ذکر ہے، ان مین سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار، اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث، قیمت عہ، ضخامت ۴۴۰ صفحے،

منیجر

فلسفۂ اشراق

اور

اسلام

(عالم اشباح)

از مولانا عبد السلام ندوی

مادیت اور روحانیت کے لحاظ سے موجودات عالم کی تقسیم عام طور پر دو حصون مین کی جاتی ہے،

(۱) ایک عالم مادی جس مین ہر چیز مادہ اور صورت کی ترکیب سے پیدا ہوتی ہے، اور یہ دونون جزو ان سے کبھی منفک نہین ہوتے،

(۲) دوسرا عالم روحانی جو مادہ اور صورت کی آمیزش سے بالکل منزہ ہے،

لیکن حکماے اشراق نے ایک تیسرے عالم کے وجود کو بھی تسلیم کیا ہے جس مین ہر چیز اگرچہ اپنے مناسب ایک خاص صورت و شکل رکھتی ہے، لیکن خود یہ صورت مادہ سے بالکل منزہ اور بے تعلق ہوتی ہے، اس لئے اس عالم کی صورتون کو صور معلقہ کہتے ہین، کیونکہ عالم مادی کی ہر چیز کسی محل و مکان مین ہو کر پائی جاتی ہے لیکن اس عالم کی صورتین محل و مکان سے آزاد و بے تعلق ہو کر گویا بذات خود معلق ہوتی ہین، اسی عالم کا نام عالم اشباح ہے، اور حکماے اشراق نے بالعموم اس کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ علامہ قطب الدین شیرازی شرح حکمۃ الاشراق مین لکھتے ہین کہ "حکماے متقدمین کے نزدیک عالم حسی (مادی) کے علاوہ ایک اور مقداری عالم موجود ہے، جس کے عجائبات غیر متناہی اور غیر محدود ہین، اور بالکل اسی عالم حسی

کی طرح اس کے افلاک مثالیہ حرکت سرمدی کرتے ہین، اور اس کے عنصریات و مرکبات بالکل عالم حسی
کی طرح اوس کے افلاک کی حرکت کے اثر اور عالم عقلی کے پرتو سے متاثر ہوتے ہین اور اس عالم مین طرح طرح
کی معلق مختلف اور غیر متناہی صورتین موجود ہین جن کے طبقے لطافت اور کثافت کے لحاظ سے مختلف ہین
اور گو یہ طبقے متناہی ہین، لیکن ہر طبقے کے افراد و جزئیات غیر متناہی ہین، انبیاء، اولیاء اور حکماے الٰہیین
اس عالم کے وجود کو تسلیم کرتے ہین، اور اہلِ سلوک کو عجائبات اور خوارق عادات کے اظہار کے لئے اس
عالم کے وجود کی ضرورت اور حاجت محسوس ہوتی ہے، اعلیٰ درجہ کے باکمال جادوگرون اور کاہنون کو بھی
اوس کا مشاہدہ ہوتا ہے، اور وہ اس کے ذریعہ سے عجائبات کا اظہار کرتے ہین، "خود شیخ الاشراق نے
عالم کو چار حصون مین تقسیم کیا ہے، چنانچہ حکمۃ الاشراق مین لکھتے ہین، کہ "خود میرے صحیح تجربات اس بات پر
دلالت کرتے ہین، کہ عالم کی چار قسمین ہین،

(۱) ایک عالم ان انوار مجردہ کا ہے جن کو اجسام (یعنی مادہ و مادیات) سے مطلق تعلق نہین، یہی منزہ
ہستیان خداوند تعالیٰ کی خاص فوج اور ملائکۂ مقربین مین داخل ہین،

(۲) دوسرا عالم انوار مدبرہ یعنی نفوس فلکیہ اور نفوس انسانیہ کا عالم،

(۳) تیسرا عالم حس یعنی یہی جسمانی عالم جو دو حصون مین منقسم ہے، ایک آسمان اور اوس کے ستارون
کا اور دوسرا عناصر اور اس کے مرکبات کا عالم،

(۴) چوتھا صور معلقہ کا عالم جس کو عالم مثال اور عالم خیال بھی کہتے ہین، اور وہ نہایت وسیع
اور غیر متناہی عالم اور اس عالم حس کا بالکل مد مقابل ہے، اس مین آسمان، ستارے، عناصر کے مرکبات، یعنی
معدنیات، نباتات، حیوانات، اور انسان سبھی کچھ موجود ہین لیکن اس اشتراک کے باوجود اس مین چند
مزید خصوصیات پائی جاتی ہین، جن مین سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس عالم کی صورتین ہر قسم کی روحانیت
کا مظہر ہو سکتی ہین، اس لئے اس عالم کے مان لینے کے بعد شریعت کے بہت سے روحانی عقائد اور غوامض و

اسرار نہایت آسانی کے ساتھ منکشف ہوجاتے ہین، مثلاً

(۱) عقائد کا ایک بڑا اہم مسئلہ یہ ہے کہ موت کے بعد روح کی کیا حالت ہوتی ہے، اور وہ کس
عالم سے تعلق رکھتی ہے؟ حکماے ہند کا خیال ہے، کہ موت کے بعد اگر روح اپنے صفاتی کمال مین ناقص ہو تو
وہ اسی عالم مادی کے حیوانات کے قالب مین اپنی اخلاقی مناسبت کے لحاظ سے گردش کرتی رہتی ہے، مثلاً اگر
ایک شخص حریص ہے، تو اس حرص کی مناسبت سے وہ سور کے قالب مین منتقل ہوجاتی ہے، اور اس نقل و
حرکت کے بعد جب اوس کی پوری اخلاقی اصلاح ہوجاتی ہے، تو وہ عالم ارواح سے ملحق ہوجاتی ہے، اسی
نظریہ کا نام تناسخ ہے، اور حکمار کی ایک جماعت اسکی قائل اور ایک جماعت اسکی منکر ہے، لیکن شیخ
الاشراق کے نزدیک فریقین کے دلائل ضعیف ہین، اس لئے اونھون نے اس مسئلے کا کوئی قطعی فیصلہ نہین
کیا ہے، تاہم دونون صورتون مین عالم اشباح کی ضرورت سے چارہ نہین، جو لوگ تناسخ کے عقیدہ
کو صحیح سمجھتے ہین، ان کے نزدیک جانورون کے قالب سے بدبختون کی روحین نکل کر اپنے اخلاق کی
مناسبت سے عالم اشباح کے جانورون کے قالب مین منتقل ہوجاتی ہین، مثلاً ایک حریص کی روح عالم
مادی کے سور کے جسم سے نکل کر عالم اشباح کے سور کے قالب مین چلی جاتی ہے، اور یہ صورت اوس وقت
پیش آتی ہے، جب روح کی اخلاقی حالت ناقص ہوتی ہے، لیکن اگر اوسکی اخلاقی حالت بہتر ہے، تو وہ اس
عالم کے جانورون کے بجائے اس عالم کے انسانون کے قالب مین حلول کرتی ہے، لیکن جو لوگ تناسخ کے
عقیدہ کو صحیح نہین سمجھتے، ان کے نزدیک روح براہ راست انسانی قالب سے نکل کر اپنے اخلاق کی مناسبت
اور بلندی و پستی کے لحاظ سے عالم اشباح کے جانورون یا انسانون کا قالب اختیار کر لیتی ہے، اسیکا دوسرا نام حشر اجساد و معاد جسمانی ہے

(۲) جنت و دوزخ کے عذاب و ثواب کی تمام شکلین بھی اس عالم کے مان لینے کے بعد ثابت ہو جاتی
ہین، کیونکہ اس عالم کی بعض شکلین مثلاً حور و غلمان تو نہایت لطیف، خوش منظر، نورانی اور حسین و جمیل ہوتی
ہین، اور اہلِ جنت اُن سے لطف اندوز ہوتے ہین، اس کے برعکس بعض شکلین مثلاً سانپ اور بچھو وغیرہ

نہایت بدمنظر، مکروہ اور تکلیف دہ ہوتے ہین، اور ان کے ذریعہ سے اہلِ دوزخ مبتلاے عذاب کئے جاتے ہین کیونکہ مثالی جسم مین بھی، مادی جسم کی تمام خاصیتین پائی جاتی ہیں اور اسمین مادی جسم کی طرح تمام ظاہری و باطنی حواس موجود ہوتے ہین، اور انہی حواس کے ذریعہ سے روح رنج و راحت اور لطف و لذت کو محسوس کرتی ہے،

(۳) معجزات اور کرامات کا ثبوت بھی اس عالم کے ذریعہ سے بآسانی ہوسکتا ہے، کیونکہ انبیاء و اولیاء کی روحانیت جب مادہ پر اثر ڈالتی ہے تو اوس کا ظہور اسی عالم کی کسی شکل مین ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے عصا پر روحانی اثر ڈالا، تو وہ اسی عالم کے اژدہے کی صورت مین نمایان ہوا،

(۴) عالم ربوبیت کی عظیم الشان لطیف و خوش گوار اور پر رعب و ہیبت شکلیں بھی اسی عالم مین نمودار ہوتی ہین، بلکہ عالم مادی مین کہین کہین ان کے مظاہر بھی موجود ہوتے ہین، اور جب وہ ان مظاہر مین نمایان ہوتی ہین، تو ان کو آنکھون سے دیکھا جاسکتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر خداوند تعالیٰ کا جلوہ انہی مظاہر مین دیکھا تھا، اور حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل مین حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کو اسی طریقہ پر نظر آتے تھے، یہ بھی ممکن ہے، کہ تمام عالم مثال خدا اور اس کے فرشتون کا مظہر ہو، اور ان مین سے ہر ایک قابل و فاعل کی استعداد کے لحاظ سے ایک معین زمانے مین ایک معین شکل مین نمودار ہو، اور تمام روحانی عالم مختلف بدنما، خوشنما، اور لطیف و کثیف شکلون مین نمایان ہوجائے،

(۵) اس عالم کی بعض نورانی شکلون کا مظہر آسمان بھی ہین، اس لئے جب ان نورانی صورتون سے متوسط درجہ کے نیکوکار لوگون کی روحون کا تعلق ہوتا ہے، تو آسمانی فرشتون کی ایک غیر محدود جماعت پیدا ہوجاتی ہے، جو حفاظتِ عالم کی خدمت انجام دیتی ہے،

(۶) لیکن اس جماعت کی بھی دو قسمین ہین، اگر نیکوکار لوگون کی روحون نے تہذیب اخلاق کے بعد اپنے اجسام کو چھوڑا ہے، تو وہ اس عالم کی نورانی صورتون کے قالب مین حلول کرکے آسمانی فرشتون کی صف مین داخل ہوجاتی ہین، اور حفاظتِ عالم کی خدمت انجام دیتی ہین، لیکن اگر وہ ایک بدکار شخص کی

روح ہے اور اوس نے اپنے اخلاق کی تہذیب و اصلاح نہین کی ہے، تو جسم سے علٰحدہ ہو کر عالم مثال مین جہنم کے مختلف طبقات مین گردش کرتی رہتی ہے، البتہ عالم مادی مین اوس کے بعض مظاہر بھی ہوتے ہین، اور کبھی کبھی وہ ان مظاہر مین نظر بھی آجاتی ہے، انہی ارواحِ خبیثہ کو جن و شیطان کہتے ہین جن کا کام تخریب عالم و فساد فی الارض ہے،

متکلمین نے جن و شیاطین کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ ایک ہوائی حیوان ناطق ہین جن کا جسم شفاف ہوتا ہے، اور وہ مختلف شکلین بدل سکتے ہین، اس لئے لوگ ان کو مختلف مظاہر اور مختلف صورتون مین دیکھ سکتے ہین، بعض شہرون اور بعض ملکون کے ساتھ ان کو زیادہ مناسبت ہوتی ہے، اس لئے وہان وہ زیادہ تر نظر آتے ہین، شیخ الاشراق لکھتے ہین کہ

"شہر دربند اور میانج کے بے شمار لوگون نے میرے پاس آکر شہادت دی، کہ انھون نے اکثر جن و شیاطین کو دیکھا ہے، اور شہر کے اکثر لوگون نے ایک مجمع عظیم مین ان کا مشاہدہ کیا ہے اور مین ان کی شہادت کو رد نہین کرسکتا"

(۷) عالم اشباح کی یہ شکلین چونکہ جواہر مجردہ ہین جو خارج مین کسی محل یا مادہ مین ہو کر نہین پائی جاتین، اس لئے وہ اپنے ظہور کے لئے ایک ایسا مظہر تلاش کرتی ہین، جس مین لطافت ہی لطافت ہو، کثافت نہ ہو، مثلاً وہ کبھی آئینہ مین نظر آتی ہین، کبھی پانی مین، اور کبھی صاف و شفاف ہوا مین، اور کبھی انسان کے فکر و خیال مین، کیونکہ ان تمام مظاہر مین لطافت ہی لطافت پائی جاتی ہے، کثافت نہین پائی جاتی، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ عالم اشباح کی یہ صورتین ایک بار نمایان ہو کر پھر نگاہون سے اوجھل ہوجاتی ہین، اور دائمی طور پر ان کا مشاہدہ نہین ہوتا، جس طرح آئینہ کا عکس اور خیالی صورتین آئینہ کے مقابلہ اور انسان و حیوان کے تخیل سے پیدا ہوتی ہین، اس لئے مقابلہ اور تخیل کے زائل ہونے یا آئینہ اور تخیل کے خراب ہوجانے کے بعد فنا ہوجاتی ہین، خواب مین جو صورتین نظر آتی ہین، اون کی

حالت بھی آئینے کے عکس اور خیالی صورتون کی ہے، کہ سونے والے آدمی کی استعداد، اس کی وضع،
حالت اور اخلاق کی مناسبت سے انوارِ مجردہ کے فیض سے وہ پیدا ہوتی ہین، اور سونے والی کی روح
کا مظہر بن جاتی ہین،

(۸) کبھی کبھی انوار مدبرہ فلکیہ یعنی آسمانی فرشتے پاک باطن اور صاف دل بزرگون کے سامنے نمایان
ہونا چاہتے ہین تو اس غرض سے وہ عالم اشباح کی شکلون کو پیدا کرتے ہین، تاکہ وہ ان کا مظہر بن سکین،
اور وہ ان مظاہر مین ان بزرگون کے سامنے نمایان ہون، اور ان کی علامت یہ ہے کہ وہ نورانی ہوتی
ہین، اور ان مین اخلاقی نشاط اور روحانیت پائی جاتی ہے، کیونکہ علت جس قدر اشرف و اعلیٰ ہوتی ہے،
اسی قدر اوس کا معلول بھی اشرف و اعلیٰ ہوتا ہے،

(۹) عالم غیب کی تمام اطلاعات اور واقعات کا ذریعہ بھی یہی عالم مثال ہے، وحی و الہام کی تمام
صورتین، ملائکہ کے مشاہدہ و تخاطب کی تمام شکلین، خواب کے تمام مناظر، اور قبر کے تمام حالات کا تعلق
اسی عالم مثال سے ہے، چنانچہ شیخ الاشراق لکھتے ہین، کہ "انبیاء اور اولیاء وغیرہ کو غیب کی جو باتین معلوم
ہوتی ہین، ان کی مختلف صورتین ہین، کبھی وہ ان کو لکھی ہوئی سطرون مین معلوم ہوتی ہین، کبھی شیرین اور
مہیب آوازین ان کا علم ہوتا ہے، کبھی ان کو موجودات کی صورتین نظر آتی ہین، کبھی نہایت حسین انسانی
صورتین دیکھتے ہین، جو ان سے غیب کی باتین کہتی ہین، کبھی ان کو صور معلقہ نظر آتی ہین، اسی طرح خواب مین
جو پہاڑ دریا اور زمین نظر آتے ہین، جو مہیب آوازین سنائی دیتی ہین، انسان، حیوان، نباتات، معدنیات،
عنصریات اور فلکیات وغیرہ کی جو شکلین دکھائی دیتی ہین، یہ سب کی سب وہی مثالی صورتین ہین، جو
بذاتِ خود قائم ہین، اور ان کا کوئی محل و مکان نہین ہے، خواب مین جو پہاڑ اور دریا نظر آتے ہین، دماغ
اور تجاویف دماغ مین اتنی وسعت کہان ہے، کہ وہ اس مین سما سکین، جس طرح ایک سونے والا یا خواب
و بیداری کی حالت مین رہنے والا انسان جب دفعتہ جاگ اٹھتا ہے، اور اس کو یہ چیزین نظر نہین آتین

تو وہ بغیر حرکت کے عالم مثال سے الگ ہو جاتا ہے، اور اوس کو قطع مسافت نہین کرنی پڑتی، اسی طرح جو
شخص مر کر اس عالم سے جدا ہو جاتا ہے، وہ بغیر حرکت کے عالم نور کا مشاہدہ کرتا ہے، لیکن اگر وہ کامل انسان
ہے، تو اس کو خالص عالم نور کا، اور اگر متوسط درجہ کا انسان ہے تو صرف عالم مثال کا نور نظر آتا ہے، اور
اگر ناقص ہے تو اپنی حالت کے مطابق چیزون کو دیکھتا ہے،

(۱۰) اس عالم مین اعراض مثلاً رنگ اور خوشبو وغیرہ بذات خود قائم ہوتے ہین، اور محل کے محتاج
نہین ہوتے، اس لئے وزن اعمال کے مسئلہ پر معتزلہ کا یہ اعتراض کہ اعمال عرض ہین، اور عرض کو تولا
نہین جا سکتا، خود بخود اٹھ جاتا ہے، کیونکہ عرض جب جوہر کی طرح بذاتِ خود قائم ہے، تو اوس کے تولنے مین
کیا استحالہ ہے، غرض اس عالم کے مان لینے سے روحانیات کا پورا سلسلہ مجسم ہو کر نگاہ کے سامنے
آجاتا ہے، لیکن اس کے ثبوت کا طریقہ استدلالی اور برہانی نہین ہے، بلکہ ذوقی اور عرفانی ہے، اس لئے
حکماے اسلام مین جو لوگ فلسفہ کے ساتھ تصوف کا ذوق بھی رکھتے تھے، انھون نے اس عالم کے وجود
کو تسلیم کیا، اور جہان تک احاطۂ بیان مین آسکتا تھا، اس کی تشریح کی، چنانچہ سب سے پہلے امام غزالی
نے اجمالاً اوس کا ذکر کیا ہے، اور مضنون بہ علی غیر اہلہ صفحہ ۹ مطبوعۂ مصر مین لکھا کہ

"انبیاء کے معجزات کی تین قسمین ہین، حسی، عقلی، خیالی[1]، اور خیالی کے معنی یہ ہین، کہ زبان حال تمثیلی طریقہ
پر محسوس و مشاہد ہو، اور یہ صرف انبیاء کا خاصہ ہے، جیسا کہ انبیاء کے علاوہ خواب مین اور لوگون کو
بھی زبانِ حال تمثیلی طریقہ پر نظر آتی ہے، اور وہ لوگ آواز اور گفتگو سنتے ہین، مثلاً ایک شخص خواب مین
دیکھتا ہے، کہ ایک اونٹ اوس سے بات چیت کرتا ہے، یا ایک گھوڑا اس سے مخاطب ہے، یا ایک مردہ
ایک چیز اوس کو دیتا ہے، یا اوس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے چھینتا ہے، یا اوسکی انگلی چاند یا سورج ہو گئی، یا
اس کا ناخن شیر ہو گیا ہے، یا اس قسم کی اور چیزین جن کو ایک سونے والا، خواب مین دیکھتا ہے، تو انبیاء ان
چیزون کو بیداری کی حالت مین دیکھتے ہین، اور اسی بیداری کی حالت مین یہ چیزین ان سے خطاب کرتی ہین

---

[1] اسی خیالی کا دوسرا نام جیسا کہ اوپر گذرا عالم اشباح، عالم مثال ہے،

البتہ ایک بیدار آدمی یہ امتیاز نہین کرسکتا کہ یہ خیالی گویائی ہو یا حسی، اور خارجی، لیکن سونے والا جاگ جانے کی وجہ سے ان دونون مین امتیاز کرلیتا ہے، اور خواب و بیداری کی دونون حالتون کا فرق محسوس کرتا ہے، جس شخص کو ولایت تامہ حاصل ہوتی ہو، اس کی یہ ولایت حاضرین کے خیالات پر بھی اثر ڈالتی ہے، یہانتک کہ وہ بھی وہی دیکھتے ہین، جو وہ دیکھتا ہے، اور وہ بھی وہی سنتے ہین، جو وہ سنتا ہے، لیکن ان کے بعد شیخ الاشراق نے اپنی کتاب حکمۃ الاشراق مین اس عالم پر اس قدر تفصیلی بحث کی، اور اس وضاحت کے ساتھ اوس کے تمام مدارج و مراتب متعین کئے کہ علامہ قطب الدین شیرازی نے اس کو ان کی خاص ایجاد قرار دیا، اور شرح حکمۃ الاشراق کے دیباچہ مین لکھا،

قد نطق بامور شریفۃ مکنونۃ و	اونھون نے ایسے شریف و پوشیدہ اور
اسرار نفیسۃ مخزونۃ خلا عنہا	عمدہ چھپے ہوے اسرار پر گفتگو کی ہے جس
اشارات من سبقہ من الحکماء و	سے ان کے پہلے کے حکما و اولیاء کے اشارات
وتلویحات من تقدمہ من الاولیاء	خالی ہین، انھین مین عالم اشباح کا علم ہے جس
من ذلک العلم عالم الاشباح الذی	سے حشر اجساد بلکہ تمام پیغمبرانہ وعدے معجزے
بہ تحقیق بعث الاجساد و جمیع مواعید النبوۃ	کرامتین، اور خواب وغیرہ ثابت
و خوارق العادۃ من المعجزات و الکرامات	ہوجاتے ہین،

[illegible]

بظاہر عالم مثال اور مثل افلاطونیہ مین لفظی اور معنوی حیثیت سے التباس ہوسکتا ہے، لیکن شیخ الاشراق نے دونون کو ایک دوسرے سے الگ کردیا ہے، چنانچہ لکھتے ہین، کہ "صور معلقہ (یعنی عالم مثال کی صورتین) بعینہ مثل افلاطونیہ نہین ہین، کیونکہ مثل افلاطونیہ نورانی ہین، اور عالم انوار عقلیہ مین قائم و ثابت ہین، (اور یہ صور معلقہ عالم اشباح مجردہ مین ہین) یہ صور معلقہ مثل افلاطونیہ کیونکر ہوسکتی ہین، حالانکہ حکمائے قدیم مین افلاطون، سقراط، فیثاغورث اور انباذقلس وغیرہ جس طرح مثل نوریہ عقلیہ افلاطونیہ کے

قائل ہین، اسی طرح مثل خیالیہ معلقہ کے بھی قائل ہین جن کا وجود کسی محل مین نہین ہے، اور وہ روشن بھی ہوتی ہین، اور تاریک بھی، ان کا خیال ہے کہ وہ جواہر مجردہ ہین، جو مادہ سے بری اور فکر و تخیل نفسی مین قائم و ثابت ہین جس کے معنی یہ ہین، کہ فکر و تخیل ان صورتون کا جو خارج مین مادہ سے الگ ہوکر پائی جاتی ہین، مظہر ہین، ان کا یہ بھی خیال ہے کہ عالم دو حصون مین منقسم ہے ایک عالم معنی جس مین عالم ربوبیت عالم عقول، عالم صور جسمیہ یعنی افلاک و عناصر کے عالم شامل ہین، دوسرا صور شبحیہ کا عالم، اور یہی مثال معلق کا عالم ہے"

چونکہ یہ نظریہ صوفیانہ ذوق و عرفان سے ایک خاص تعلق رکھتا تھا، اور شیخ الاشراق نے نہایت دلآویز طریقہ سے اوسکی تشریح کی تھی، اس لئے صوفیون نے بھی کسی قدر تغیر و اضافہ کے ساتھ اس کو قبول کرلیا، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات مین لکھتے ہین:-

اے برادر عالم ممکنات را سہ قسم قرار	اے بھائی عالم ممکنات کی تین قسمین قرار
دادہ اند، عالم ارواح و عالم مثال و عالم	دی ہین، عالم ارواح، عالم مثال اور عالم
اجساد، عالم مثال را برزخ گفتہ اند درمیان	اجسام، عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم
عالم ارواح و عالم اجساد و نیز گفتہ اند کہ	اجساد کے بیچ مین رکھتے ہین، اور کہتے ہین
عالم مثال در رنگ مرآۃ است مر معانی و	کہ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد
حقائق این ہر دو عالم را کہ معانی و حقائق اجساد و ارواح	کے حقائق و معانی کے لئے آئینہ کے مانند ہے کہ
و عالم مثال بطور لطیفہ ظہوری نماید چہ در آنجا مناسب	کہ اس عالم مثال مین عالم اجساد و ارواح
ہر معنی حقیقی صورت و ہیئت دیگر است و	کے معانی و حقائق لطیف صورتون مین ظاہر
آن عالم فی حد ذاتہ متضمن صور و ہیئات	ہوتے ہین، کیونکہ اس عالم مثال مین ہر معنی
و اشکال نیست، صور و اشکال در وے	و حقیقت کی ایک خاص مناسب شکل ہے لیکن

از عالم دیگر منعکس گشتہ ظہور یافتہ است در رنگ مرآۃ است کہ فی حد ذاتہا متضمن ہیچ صورت نیست اگر در وے صورتہا است از خارج است،

(جلد سوم مکتوب سی ویکم)

اس عالم مثال مین بذاتِ خود کوئی صورت وشکل وہیئت نہین ہے، بلکہ صور واشکال دوسرے عالمون سے آکر اوس مین عکس انداز ہوتی ہین جس طرح خود آئینہ مین کوئی صورت نہین ہوتی، بلکہ جو صورتین اوس مین نمودار ہوتی ہین، وہ خارج سے آکر اُس مین جلوہ گر

چونکہ یہ نظریہ دلچسپ ہونے کے ساتھ اسلامی عقائد کے ثابت کرنے کے لئے بھی نہایت مفید تھا، اسلئے روز بروز پھیلتا گیا، اور فلسفیون اور صوفیون کے ساتھ بعض محدثین نے بھی اجمالی طور پر اس کو قبول کیا، اور اس گروہ مین سب سے پہلے امام خطابی نے معراج کی ایک روایت کی تشریح مین جس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خداوند تعالیٰ کے قرب کی تصریح ہے، اس نظریہ سے کام لیا، اور اس کا نام رویا رکھا، چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین اس حدیث کی شرح مین ان کی یہ رائے ان الفاظ مین نقل کی ہے :-

"پس جس شخص کو اس حدیث کا اتنا ہی ٹکڑا (کہ خدا معراج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا) حدیث کے دوسرے ٹکڑون سے الگ ہوکر پہنچا، اور اوس نے آغازِ روایت اور آخرِ روایت کو باہم ملا کر نہ دیکھا، تو اوس پر اس حدیث کا مطلب مشتبہ ہو جائے گا، اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ یا تو وہ اصل حدیث ہی سے انکار کر دے گا، یا خدا کے جسمانی ہونے کا قائل ہو جائے گا، اور یہ دونون باتین ناپسندیدہ ہین، لیکن جو شخص اوّل وآخر حدیث کو ملا کر دیکھے گا اوس سے اشکال رفع ہو جائیگا، کیونکہ حدیث کے شروع مین اور آخر مین یہ تصریح ہے کہ یہ خواب تھا اس لئے کہ شروع مین ہے کہ آپ سو رہے تھے، اور آخر مین ہے کہ آپ بیدار ہوئے" اور بعض خواب برنگ تمثیل ہوتے ہین، جن کی تعبیر اس طرح کیجانی چاہئے، کہ اس کے مثل

مین تعبیر کے جو معنی ہین، وہ اوس خواب کی طرف بھی لوٹائے جاسکین، اور بعض خوابون مین اسکی ضرورت نہین ہوتی، بلکہ وہ مشاہدہ کی طرح ہوتے ہین "۔

لیکن محققین محدثین صوفیہ نے صرف اسی پر اکتفا نہین کیا، کیونکہ ان کے نزدیک صرف فلسفیانہ استدلال اور محض صوفیانہ ذوق شرعی سند نہین ہو سکتے، بلکہ اونھون نے اس عالم کے وجود پر احادیث سے استدلال کیا، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین عالم مثال کا ایک خاص باب قائم کرکے اوس کے وجود پر متعدد حدیثون سے دلائل قائم کئے، چنانچہ ہم اس موقع پر اُن کے جستہ جستہ فقرے نقل کرتے ہین، وہ لکھتے ہین، کہ

"بہت سی حدیثون سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایسے غیر عنصری (غیر مادی) عالم کا وجود پایا جاتا ہے جس مین معانی اُن اجسام کا قالب اختیار کر لیتے ہین، جو کسی وصف مین ان کے ساتھ مناسبت رکھتے ہین اور اس عالم مین تمام چیزون کا وجود کسی نہ کسی صورت مین ان کے دنیا مین موجود ہونے سے پہلے ہی ہو جاتا ہے، اور جب وہ دنیا مین پیدا ہوتی ہین، تو بعینہ وہی ہوتی ہین، جو اس عالم مین تھین، اور اس عالم مین بہت سی چیزین جو عام لوگون کے نزدیک جسم نہین رکھتین، حرکت کرتی ہین، اور اترتی ہین، لیکن تمام لوگ ان کو نہین دیکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ بقرہ اور آلِ عمران قیامت کے دن دو بادلون کی شکل مین آئین گی، قیامت کے دن اعمال اس ترتیب کے ساتھ آئین گے، کہ پہلے نماز آئے گی، پھر صدقہ، پھر روزہ، "خداوند تعالیٰ قیامت کے دن تمام دنون کو ان کی معمولی شکل مین اٹھائے گا، لیکن جمعہ چمکدار اور روشن شکل مین اٹھایا جائے گا"

"قیامت کے دن دنیا ایک بوڑھی عورت کی شکل مین لائی جائے گی، جس کے بال کھچڑی، دانت نیلے، اور شکل بدنما ہوگی، نمازِ کسوف کی حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دوزخ اور جنت

میرے اور قبلہ کی دیوار کے درمیان مجسم صورت مین نمایان کی گئین" اسی حدیث مین ہے کہ آپ نے جنت کے انگور کے ایک خوشہ کے توڑنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا، اور دوزخ کی آگ کی گرمی سے پیچھے ہٹے، اور دوزخ میں حاجیون کے چور، اور اس عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ دیا تھا، یہان تک کہ وہ مر گئی، اور جنت مین ایک فاحشہ عورت کو دیکھا جس نے ایک کتے کو پانی پلایا تھا" اور یہ ظاہر ہے کہ جنت اور دوزخ کی جسمانی وسعت جو عام طور پر معلوم ہے' وہ اس قدر مسافت (یعنی کعبہ کی چار دیواری) مین نہین سما سکتی، خود خداوند تعالیٰ فرماتا ہے، کہ "ہم نے مریمؑ کے پاس اپنی روح کو بھیجا، جو ایک راست قامت انسان کی شکل مین ان کے سامنے مجسم ہو گئی، اور احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے، کہ "حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر ہوتے تھے، آپؐ کو نظر آتے تھے، اور آپ سے گفتگو کرتے تھے، لیکن اور لوگ ان کو نہین دیکھتے تھے" حدیث مین ہے کہ "فرشتے قبر میں مردے کے پاس آکر سوال کرتے ہین' اور اس کا عمل اوس کے سامنے مجسم ہو کر آتا ہے، فرشتے انسان کی حالتِ نزع مین اپنے ہاتھون مین حریر اور ٹاٹ لے کر اوس کے سامنے آتے ہین"۔

"فرشتے قبر مین مردے کو لوہے کے گرز سے مارتے ہین، اور اس وقت وہ ایسی چیخ مارتا ہے، کہ مشرق و مغرب کے درمیان کی ہر چیز اوس کو سنتی ہے"۔

مشہور حدیث سے ثابت ہے کہ "خداوند تعالیٰ اہلِ قیامت کے سامنے بہت سی شکلون مین جلوہ گر ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدا کے پاس اس حالت مین آئین گے، کہ وہ اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا ہوگا، اور خداوند تعالیٰ انسانون سے بالمشافہ گفتگو کرے گا"۔

یا وہ اس قسم کی بے شمار حدیثیں ہین، اور جو شخص ان حدیثون پر غور کرے گا، اس کو تین احتمالات مین سے ایک احتمال کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا،

(۱) یا یہ کہ وہ ان حدیثون کو ان کے ظاہری معنون پر قائم رکھے، تو اس صورت مین وہ عالم مثال کے ثابت کرنے پر مجبور ہوگا، اہلِ حدیث کے قاعدے کا اقتضا یہی ہے، اور مین اسی کا قائل ہون، اور یہی میرا مذہب ہے۔

(۲) یا یہ کہ وہ یہ کہے کہ یہ واقعات صرف دیکھنے والے کے حواس میں نمایان ہوتے ہین، اور اسکی نگاہ کے سامنے مجسم ہو کر آتے ہین، لیکن اوس کے حواس سے باہر ان کا وجود نہین ہوتا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے خداوند تعالیٰ کے اس قول "یوم تاتی السماء بدخان مبین" کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ اہلِ عرب قحط مین مبتلا ہو گئے تھے، اور اس حالت میں اگر کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تھا، تو بھوک کی وجہ سے وہ اوس کو دھوئین کی طرح نظر آتا تھا، ابن ماجشون سے منقول ہے کہ جن حدیثون مین قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کے نقل و حرکت کرنے اور اوس کے نظر آنے کا ذکر ہے، ان کے معنی یہ ہین، کہ وہ اپنی مخلوقات کی نگاہون کو بدل دیگا، اس لئے وہ ان کو ایسی حالت مین نظر آئے گا، کہ وہ اتر رہا ہے، اپنی تجلیات دکھا رہا ہے اور اپنی مخلوقات سے سرگوشی اور خطاب کر رہا ہے، لیکن خود اس کی عظمت مین نہ کوئی تغیر ہوگا اور نہ وہ نقل و حرکت کرے گا،

(۳) یا یہ کہ وہ ان واقعات کو دوسرے معانی سمجھانے کے لئے تمثیل قرار دے گا،

لیکن جو شخص صرف اس تیسرے احتمال پر قناعت کرتا ہے، مین اوس کو اہلِ حق سے نہین سمجھتا، امام غزالی نے عذابِ قبر کے متعلق ان تینون مقامات کی تشریح کی ہے، چنانچہ انھون نے لکھا ہے، کہ اس قسم کی حدیثون کے ظاہری معنی بھی صحیح ہین، اور ان کے اندر مخفی اسرار بھی ہین، لیکن وہ اسرار بھی اہلِ بصیرت کے نزدیک واضح ہین، اس لئے جس شخص پر اون کی حقیقت واضح نہین ہوئی ہے، اوس کو ان کے ظاہری معنی کا انکار نہین کرنا چاہئے، کیونکہ

ایمان کا سبب مگر کرجہ تسلیم و تصدیق ہے، لیکن اگر تم کہو کہ ہم ایک کافر کو ایک مدت تک اسکی قبر میں دیکھتے ہیں، اور ہم کو اس قسم کی کوئی چیز نظر نہین آتی اس لئے مشاہدہ کے خلاف تصدیق کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، تو تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس قسم کے واقعات کی تصدیق کے تین درجے ہین:-

(۱) ایک جو نہایت ظاہر، نہایت صحیح، اور نہایت محفوظ درجہ ہے، وہ یہ ہے، کہ تم یہ مان لو کہ یہ سانپ موجود ہین، اور وہ مردے کو ڈستے ہین، لیکن ہم ان کو نہین دیکھتے، کیونکہ یہ آنکھ امور ملکوتیہ کے دیکھنے کی صلاحیت نہین رکھتی، اور جن چیزون کو آخرت سے تعلق ہے وہ عالم ملکوت ہی کی چیزین ہین، کیا تم نہین دیکھتے، کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اوترنے پر صحابۂ کرام کیونکر ایمان لاتے تھے، حالانکہ وہ ان کو دیکھتے نہین تھے، باایں ہمہ ان کا اس پر ایمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہین، تو اگر تم اس پر ایمان نہین لاتے تو ملائکہ اور وحی پر اپنے اصل ایمان کی تصحیح تمھارے لئے اس سے زیادہ اہم ہے، لیکن اگر تم اس پر ایمان لاتے ہو، اور اوس کو جائز سمجھتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی چیزون کو دیکھتے تھے، جن کو امت نہین دیکھ سکتی تھی، تو مردے کے متعلق اوس کو کیون نہین جائز سمجھتے، جس طرح فرشتہ انسانون اور جانورون کے مشابہ نہین ہے، اوسی طرح وہ سانپ اور وہ بچھو جو قبر مین ڈستے اور ڈنک مارتے ہین، ہماری اس دنیا کے سانپون کی جنس سے نہین ہین بلکہ اون کی جنس دوسری ہے جو دوسرے حاسہ سے معلوم ہوتی ہے،

(۲) دوسرا درجہ یہ ہو کہ تم ایک سونے والے آدمی کی حالت کو یاد کرو کہ وہ خواب مین ایک سانپ کو دیکھتا ہے، جو اوس کو ڈستا ہے، اوسکو اوس سے تکلیف ہوتی ہے، یہانتک کہ وہ بعض اوقات چیخ اوٹھتا ہے، اوس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے، اور کبھی کبھی بے قراری مین اپنی

جگہ کو چھوڑ کر بھاگنے لگتا ہے، وہ بذات خود ان تمام چیزون کو محسوس کرتا ہے، اور اسی طرح تکلیف اوٹھاتا ہے، جس طرح ایک جاگنے والا آدمی اس تکلیف کو اوٹھاتا ہے، وہ اس کو دیکھتا ہے، لیکن تم کو وہ بظاہر ساکن نظر آتا ہے، اور تم اوس کے گرد نہ سانپ کو دیکھتے نہ بچھو کو، حالانکہ اوس کے حق مین سانپ اور عذاب دونون موجود ہین لیکن جہان تک تمھاری ذات کا تعلق ہے، وہ تم کو نظر نہین آتے، لیکن جب عذاب ڈسنے کی تکلیف مین ہے، تو اوس سانپ مین جو تمھاری قوت متخیلہ مین ہے، اور اوس سانپ مین جس کو تم دیکھتے ہو کوئی فرق نہین ہو،

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ سانپ بذاتِ خود تکلیف نہین دیتا، بلکہ اوس سے جو تکلیف تم کو پہنچتی ہے، وہ اوس کے زہر مین ہے، لیکن خود زہر بھی بذاتِ خود تکلیف نہین ہے، بلکہ تم کو جو اذیت پہنچتی ہے، وہ زہر کا وہ اثر ہے، جو زہر سے تم مین پیدا ہوتا ہے، تو اگر بغیر زہر ہی کے یہ اثر پیدا ہو جائے تو عذاب پوری طور پر متحقق ہو جائے گا، لیکن اس قسم کے عذاب کی تعریف اس کے بغیر نہین ہو سکتی، کہ اوس کو اوس سبب کی طرف منسوب کر دیا جائے، جو عادۃً اوس کو پیدا کرتا ہے، مثلاً اگر کسی انسان مین جماع کی لذت بغیر جماع کئے ہوئے پیدا ہو جائے تو اوس کی تعریف بغیر اس کے نہین ہو سکتی، کہ اس کو جماع کی طرف منسوب کر دیا جائے، کیونکہ سبب کے ساتھ تعریف کرنے کے لئے یہ انتساب کیا گیا ہے، اور سبب کا نتیجہ بھی حاصل ہو گو سبب کی ظاہری صورت موجود نہین ہے، اور سبب اپنے نتیجہ ہی کے لئے مقصود ہے، بذاتِ خود مقصود نہیں ہے، اور یہ مہلک اوصاف مرنے کے وقت نفس مین مہلک اور موذی صورت مین بدل جاتے ہین، اس لئے ان کی تکلیفین سانپ کے ڈسنے کی تکلیفون سے مشابہ ہوتی ہین گو سانپ خود موجود نہین ہوتے"

لیکن باایں ہمہ اس عالم کے ذریعہ سے اسلام کے روحانی عقائد کے اثبات مین ایک خالص تبع سنت

اور ایک حیثیت ظاہر پرست آدمی کو نہایت احتیاط کے ساتھ کام لینا چاہیے، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت مین اُن کے ایک مرید ملا بدر الدین نے عالم ارواح، عالم مثال، اور عالم اجسام کی تحقیق کے لئے ایک خط لکھا تھا جس کے الفاظ یہ ہین :-

روح پیش از تعلق ببدن در عالم مثال بودہ است و بعد از مفارقت از بدن باز بعالم مثال خواہد رفت پس عذاب قبر در عالم مثال خواہد بود، رنگ المے کہ در خواب در عالم مثال احساس نمایند، این سخن شاخسار بسیار دارد، اگر قبول نمایند فروع بسیار برین سخن متفرع خواہد ساخت،

روح بدن کے تعلق سے پہلے بھی عالم مثال مین تھی، اور بدن سے جدا ہو کر بھی عالم مثال مین چلی جائیگی، پس عذاب قبر بھی عالم مثال مین ہوگا جس طرح خواب کی تکلیف جس کو عالم مثال مین لوگ محسوس کرتے ہین، اس مسئلہ سے بہت سی شاخین نکل سکتی ہین، اگر آپ قبول فرمائین تو اس سے بہت سی فرعین نکال سکے گا،

اس کے جواب مین حضرت مجدد الف ثانی نے عالم مثال کو تو تسلیم کر لیا، لیکن عذاب قبر کو عالم مثال مین داخل نہین کیا، چنانچہ پہلے تمہیداً لکھا کہ

این قسم خیالات از صدق قلیل النصیب است مبادا کہ شما را براہ غیر متعارف دلالت نماید،

اس قسم کے خیالات مین صداقت کا حصہ بہت کم ہے، ممکن ہے کہ وہ غیر متعارف راستے کی طرف تمہاری رہنمائی کرین،

اس کے بعد ان کے خیالات کی اصلاح کی، اور عالم مثال کی تحقیق کے بعد ان کو لکھا،

بدانند کہ روح پیش از تعلق ببدن در عالم خود بودہ است کہ فوق عالم مثال است و بعد از تعلق ببدن اگر تنزل نمودہ است،

بعالم اجساد و بعالم حسی فرود آمدہ است بعالم مثال کار ندارد نہ پیش از تعلق نہ بعد از تعلق، بیش ازین نیست کہ در بعضے اوقات بتوفیق اللہ سبحانہ بعضے از احوال خود را در مرأت آن عالم مطالعہ می نماید و حسن و قبح احوال را از انجا معلوم می سازد چنانچہ در واقعات و منامات این معنی واضح و لائح است و بسا است کہ بے آنکہ از حس غائب شود این معنی احساس نماید و بعد از مفارقت از بدن اگر روح علوی است متوجہ فوق است و اگر سفلی است گرفتار سفل است بعالم مثال کارے ندارد و عالم مثال برائے دیدن است نہ از برائے بودن جائے بودن عالم ارواح است یا عالم اجساد، عالم مثال بیش از مرأت این دو عالم نیست چنانچہ گذشت والمے کہ در خواب در عالم مثال احساس نمودہ می آید صورت و شبح آن عقوبت است کہ رائی آن مستحق گشتہ است و از برائے تنبیہ این معنی را بروے ظاہر ساختہ اند و عذاب قبر

آپ کو معلوم ہو کہ بدن سے متعلق ہونے سے پہلے روح اپنے عالم مین تھی، جو عالم مثال کے اوپر ہے، بدن سے متعلق ہونے کے بعد اگر اوس نے تنزل کیا ہے، تو عالم اجساد اور عالم حسی مین آئی ہے، اور عالم مثال سے اوس کو کوئی سروکار نہین، نہ بدن کے تعلق سے پہلے نہ بدن کے تعلق کے بعد اس سے زیادہ نہین کہ بعض اوقات توفیق ایزدی سے اپنے بعض حالات کو عالم مثال کے آئینے مین مطالعہ کرتی ہے اور اپنے حالات کی بُرائی اور بھلائی وہان سے معلوم کرتی ہے، جیسا کہ واقعات اور منامات مین یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے، بہت سے اوقات مین بغیر اس کے کہ اوس کے حواس غائب ہون، وہ اس بات کو محسوس کرتی ہے، لیکن بدن سے جدا ہونے کے بعد روح اگر علوی ہے، تو اوپر کی جانب متوجہ ہوتی ہے، اور اگر سفلی ہے تو جانب اسفل مین گرفتار ہو جاتی ہے، اور عالم مثال سے کوئی سروکار نہین رکھتی، کیونکہ عالم مثال دیکھنے کے واسطے ہے، رہنے کے واسطے نہین، رہنے کی جگہ صرف عالم ارواح ہے، یا عالم اجساد ہے، عالم مثال کی حقیقت ان دونون عالمون کے

ازین قبیل نیست کہ حقیقت عقوبت است نہ
صورت وشبہہ عقوبت، ونیز المے کہ در خواب
احساس نمودہ می آید، اگر فرضاً حقیقتے ہم داشتہ
باشد از قسم المہاے دنیوی خواہد بود و عذاب
قبر از عالم عذاب اخروی است فشتان بینہما،
چہ عذابِ دنیوی را نسبت بعذابِ اُخروی
اعاذنا اللہ سبحانہ عذابِ قبر را در رنگ
عذاب خواب دانستن از عدم اطلاع است
از صورتِ عذاب ونیز منشا این اشتباہ توہم
مجانست عذاب دنیا است بعذابِ آخرت
واین باطل است بین البطلان، سوال آنکہ
کریمۂ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت
فی منامھا الخ مفہوم می شود کہ توفی نفس
چنانچہ در موت است در خواب است، نیز
عذاب یکے را از عذابہاے دنیا شمردن و
عذاب دیگر را از عذابہاے آخرت گفتن بکدام
وجہ است، جواب توفی نوم ازان قبیل است
کہ شخصے از وطنِ مالوف خود بشوق ورغبت
از براے سیر وتماشا بیرون آید تا فرح وسرو

آئینے سے زیادہ نہیں، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے،
خواب کی جو تکلیف عالمِ مثال مین ظاہر ہوتی
ہے، وہ اوس عذاب کی شکل اور صورت ہے
جس کا مستحق اوس خواب کا دیکھنے والا ہوا ہے،
اور تنبیہ کے لئے اس بات کو اس پر ظاہر کیا گیا..
ہے، لیکن عذابِ قبر اس قسم کی چیز نہین کیونکہ
وہ عذاب کی حقیقت ہے، نہ کہ اوسکی شکل
وصورت، نیز جو تکلیف کہ خواب مین محسوس
ہوتی ہے، اگر بالفرض اوس کی کوئی حقیقت
بھی ہو تو وہ دنیوی تکلیف کی ایک قسم ہوگی،
لیکن عذابِ قبر عذابِ اخروی کے عالم سے
تعلق رکھتا ہے، اور دونون مین کس قدر فرق
ہے، عذابِ دنیوی کو عذابِ اُخروی سے کیا
نسبت ہے، خدا ہم کو اوس سے محفوظ رکھے،
عذابِ قبر کو خواب کے عذاب کے رنگ مین
جاننا صورتِ عذاب کی ناواقفیت کا نتیجہ
ہے، اس کے علاوہ اس اشتباہ کا منشا عذاب
دنیا اور عذابِ آخرت کی مجانست وہمرنگی کا
توہم ہے، اور یہ بداہتہً باطل ہے، اس آیت

حاصل کند وخرم وشادان بوطن خود باز رجوع
نماید وسیرگاہ او عالم مثال است کہ متضمن
عجائب ملک وملکوت است وتوفی موت
نہ چنین است کہ آنجا ہدم وطن مالوف است
وتخریب بناے معمور، ازین جا است کہ در
توفی نوم محنت وکلفت حاصل نیست بلکہ
متضمن فرح وسرور است ودر توفی موت
شدت وکلفت است پس وطن متوفاے
نوم دنیا بود ومعاملہ کہ با و نمایند از
معاملاتِ دنیا باشد، ومتوفاے موتی بعد
از تخریب وطن مالوف خود انتقال باآخرت
نمودہ است ومعاملہ با او از معاملات اخروی
گشتہ، من مات فقد قامت
قیامتہ، شنیدہ باشند، زنہار بکشوف
خیالی وظہور صور مثالی اعتقادیات متفرقہ
اہلسنت وجماعت را شکر اللہ
تعالی سعیہم از دست ندہند وبخواب
وخیال خود غرہ نشوند، کہ تجارت بے تثبیت
این فرقۂ ناجیہ متصور نیست (مکتوبات امام

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی
لم تمت فی منامھا سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح
موت سے روح مرجاتی ہے، اوسی طرح خواب
مین بھی مرجاتی ہے، اس کے علاوہ کیون ایک
کے عذاب کو عذابِ دنیا، اور دوسرے کے عذاب
کو عذابِ آخرت کہا جاتا ہے یہ ایک سوال ہوا،
اس کا جواب یہ ہے کہ نیند کی حالت مین مرنا بعینہ
ایسا ہے، کہ ایک شخص اپنے شوق ورغبت سے
سیر وتماشا کے لئے اپنے وطن سے باہر جاتا ہے،
تاکہ اوس کو مسرت حاصل ہو، اور شادان
وفرحان پھر اپنے وطن مین واپس آئے، اور اس حالت
مین اوسکی سیرگاہ عالمِ مثال ہے، جس مین ملک
وملکوت کے بہت سے عجائبات پائے جاتے
ہین، لیکن موت سے مرنا ایسا نہین ہے، کہ
یہان وطن کا انہدام اور ایک تعمیر شدہ
عمارت کی تخریب ہوتی ہے، یہی وجہ ہے، کہ
نیند کی موت مین تکلیف نہین ہوتی، بلکہ فرحت
ومسرت حاصل ہوتی ہے، اور موت سے مرنے
مین سخت تکلیف ہوتی ہے، پس نیند سے

ربانی جلد سوم مکتوب سی و یکم)

مرنے والے کا وطن دنیا ہے، اور جو معاملہ
اس کے ساتھ کیا جاتا ہے، وہ دنیوی معاملہ
ہے، لیکن موت سے مرنے والا اپنے وطنِ مالوف
کی تخریب کے بعد عالمِ آخرت کی طرف منتقل ہوتا ہے،
اور اس کے ساتھ اخروی معاملہ کیا جاتا ہے،
من مات فقد قامت قیامتہ جو شخص
مرگیا اوس کی قیامت آگئی، سُن لیجئے، ہرگز
مکشوفاتِ خیالی اور ظہورِ صورِ مثالی کی بنا پر
اہلسنت والجماعت کے مقررہ عقائد کو ہاتھ سے
نہ جانے دیجئے اور اپنے خواب وخیال کے فریب
مین نہ آئیے، کہ نجات اس فرقۂ ناجیہ کی متابعت

لیکن شاہ ولی اللہ صاحب عذابِ قبر کو جیسا کہ اوپر گذرا علانیہ عالمِ مثال مین داخل کرتے ہین، اور یہ اختلاف ان دو بزرگون کی رائے مین ہوا ہے، جو اعلیٰ درجہ کے محقق، اعلیٰ درجہ کے محدث، اور اعلیٰ درجہ کے صوفی ہین، پھر ان دونون رایون مین تطبیق وتوفیق کی کیا صورت ہو؟

اصل یہ ہو کہ حضرت مجدد الف ثانی صرف ان لوگون کی ارشاد وہدایت کرتے ہین، جن کا ایمان پختہ ومکمل ہے، ان سے لغزش تو ضرور ہو سکتی ہے، لیکن ان کے دل مین عقائد کے متعلق شکوک وشبہات نہین پیدا ہوتے، اس لئے وہ صرف ان کے غلط خیالات کی اصلاح کرتے ہین، لیکن شاہ صاحب کے سامنے ایک ایسا گروہ ہے، جس کا ایمان پختہ اور مکمل نہین ہے، بلکہ وہ شکوک وشبہات مین مبتلا ہو کر عقائد اسلامی کی تاویل کرتا ہے اور یہ تاویل اُن کو بعض اوقات گمراہ کر دیتی ہے، اس لئے شاہ صاحب اوس کے سامنے ایک ایسا

نظریہ پیش کرتے ہین جس کی حیثیت تاویلاتِ بعیدہ کی نہ ہو، بلکہ اُس کو ظاہر قرآن وحدیث سے گونہ مناسبت ہو، اور عالمِ مثال کا نظریہ چونکہ اُن کے شکوک وشبہات کا ازالہ کر سکتا ہے، اور فلسفہ، تصوف اور حدیث وقرآن سے اس کی تائید ہو سکتی ہے، اس لئے انھون نے اُسی کے ذریعہ سے اسلام کے اکثر عقائد کو جن مین عذابِ قبر بھی ہے ثابت کیا ہے، چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ کے دیباچے مین وہ علم اسرار الدین کے متعدد فوائد مین سے ایک فائدہ یہ بتاتے ہین، کہ

"بدعتیون نے بہت سے اسلامی مسائل مین یہ شک کیا ہو کہ وہ عقل کے مخالف ہین اور جو چیز عقل کی مخالف ہو، اس کو یا تو رد کر دینا چاہئے، یا اوس کی تاویل کرنی چاہئے، مثلاً وہ عذابِ قبر کے متعلق کہتے ہین کہ حس اور عقل دونون اس کی تکذیب کرتے ہین، حساب، صراط اور میزان کے متعلق بھی اونھون نے اسی قسم کی بات کہی ہے، اور اس بنا پر تاویلاتِ بعیدہ کرنے لگے ہین، اور ایک گروہ نے شک کے فتنہ کو جگا دیا ہے۔"

اس کے بعد متعدد مسائل کے متعلق اون کے شکوک کو بیان کر کے لکھتے ہین کہ

"اس مفسدہ کے دور کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ہم شریعت کے مصالح بیان کرین، اور اوس کے لئے قواعد بنائین، جیسا کہ یہود ونصاریٰ اور دہریین کے مخاصمات مین ایسا کیا گیا ہو"

اب دونون بزرگون کے طریقۂ ارشاد وہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد دونون مین کوئی تضاد باقی نہین رہتا، جن لوگون کے دل شکوک وشبہات سے پاک ہین، ان کو صرف ظاہر قرآن وحدیث پر عمل کرنا چاہئے اور مکشوفاتِ خیالی وصورِ مثالی کے فریب مین نہین آنا چاہئے، کہ وہ بھی حقیقت کا ایک پردہ ہین، لیکن جن لوگون کے دلون مین شکوک وشبہات پیدا ہو چکے ہین، اگر ان کو اس عالم کے مناظر نہ دکھائے جائین، تو وہ سرے سے ان کے وجود ہی کا انکار کر دین، اسی غرض سے شاہ صاحب نے اس عالم کے وجود کو تسلیم کر کے اوس کا اثبات فلسفہ یا تصوف سے نہین، بلکہ حدیث وقرآن سے کیا ہے، ممکن ہے کہ اس عالم مین جو کچھ ہے، وہ

حقیقت نہ ہو تاہم وہ حقیقت سے قریب اور تاویلات بعیدہ سے بعید ہے،

شاہ صاحب نے معراج کے واقعات کو بھی اسی عالم مین شامل کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہین :-

"یہ سب کچھ عالم بیداری مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر ہوا، لیکن اوس مقام پر ہوا، جو عالم مثال اور عالم شہادت کے درمیان مین ہے، اور دونون کے احکام کا جامع ہے، پس جسم پر روح کا حکم جاری ہوا، اور روح اور روحانی معانی نے جسم کا قالب اختیار کر لیا"

اور چونکہ یہ ایک مقدس روحانی سیر و تماشا تھا، اس لئے غالباً حضرت مجدد الف ثانی کو بھی اس سے اتفاق ہو سکتا ہے،

سلسلہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وغزوات، اخلاق و عادات، اور تعلیم وارشاد کا یہ عظیم الشان کتابی ذخیرہ جس کا نام سیرۃ النبی ہے مسلمانون کے موجودہ ضروریات کو سامنے رکھکر صحت واہتمام کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے، اب تک اس کتاب کے چھ حصے شائع ہو چکے ہین،

حصہ اول زیر طبع	تقطیع چھوٹی	قیمت قسم اول	قیمت قسم دوم
حصہ دوم	تقطیع چھوٹی	" صر	" ۸ر
حصہ سوم	تقطیع چھوٹی	" معہ ر	" صر
حصہ چہارم	تقطیع چھوٹی	" ۸ر	" صہ ر
حصہ پنجم	تقطیع چھوٹی	" صر	" ۸ر
حصہ ششم	تقطیع چھوٹی	" ۸ر	" صہ ۸ر

منیجر

اسلامی معاشیات

کے

چند فقہی اور قانونی ابواب

از

مولانا سید مناظر احسن گیلانی استاذ جامعہ عثمانیہ

(۵)

فقہاے اسلام کی ان احتیاطی موشگافیون کی وجہ سے ایک وقت اور یہ پیدا ہوئی، کہ ربوا کے بعض مسائل جن کا ذکر وہ اپنی کتابون مین کرتے ہین، بظاہر عجیب معلوم ہوتے ہین، مثلاً اس مسئلہ کی بنا پر کہ سونے کا سونے سے چاندی کا چاندی سے تبادلہ کسی شکل مین ہو، جید ہو یا ردی، زیور کی شکل مین ہو یا سکہ کی، بہر حال جب ان کا تبادلہ کیا جائے تو دونون کو وزناً برابر ہونا چاہئے، سوال ہوتا ہے کہ چاندی کے کسی زیور یا برتن کو کوئی ایک ہی تولہ چاندی کے معاوضہ کیون دینے لگا، گویا زرگر کی کاریگری اور برتن بنانے کی محنت کی اسلام مین کوئی قیمت نہین، اسی طرح سوال ہوتا ہے، کہ سونے چاندی کے تبادلہ مین یہ قید لگا دی گئی ہے، کہ لینے اور دینے والے کے ہاتھ مین دونون بیک وقت آئین، ورنہ خالی ہاتھ والے کے مقابلہ مین بھرے ہاتھ والا گویا ایک قسم کی زیادتی یا ربوا کا مستحق ہو رہا ہے، خواہ یہ زیادتی غیر محسوس اور غیر مادی ہی کیون نہ ہو اس قسم کی بعض اور حیرت انگیز صورتین بھی نقد مین پیدا ہو گئی ہین، پہلے مسئلہ کے متعلق تو حنفی فقہا بیچارے یہ کہکر چپ ہو جاتے ہین کہ واقعہ تو یہی ہے، کہ ایک تولہ چاندی کا زیور ایک ہی تولہ چاندی کے معاوضہ مین کوئی نہ دے گا، لیکن ہم کیا کرین

مذہب کا حکم یہی ہے پس حکم کی تعمیل کرنے والے کو چاہئے کہ ایسی صورتون مین چاندی کے زیور کو سونے کے سکون سے، اور سونے کے زیورات کو چاندی کے سکون سے خریدے، لیکن حنبلی فقہاء نے ایک صورت یہ نکالی کہ زیور بیچنے والے سے خریداریون کہے کہ تمھارے زیور کی چاندی جو ایک تولہ ہے اس کے معاوضہ مین تو مین یہ ایک تولہ کا سکہ دیتا ہون، باقی زیور کی گڑھائی کی اُجرت مثلاً ایک روپیہ یہ الگ دیتا ہون، وہ کہتے ہین، کہ اگر معاملہ یون کیا جائے تو درست ہو جائے گا،

مقدسی لکھتے ہین :-

ان قال الصائغ صغ لی خاتما	اگر سونار سے (زیور کا خریدار) یون کہے کہ
وزنہ درھم واعطیك مثل	میرے لئے ایک انگوٹھی بنادو جس کا وزن
وزنہ واجرتك درھما فلیس ھذا	ایک درہم کے مساوی ہو، اور مین تمھین اس
بیع درھم بدرھمین،	چاندی کے معاوضہ مین اس قدر چاندی دیتا
	ہون، (یعنی ایک درہم دیتا ہون) اور تمھاری
	مزدوری ایک دام الگ ہوئی، تو یہ ایک درہم
	کو دو درہم سے بیچنا نہ قرار پائے گا،
قال اصحابنا للصائغ اخذ الدرھمین	ہمارے بزرگ (فقہاء حنابلہ) فرماتے ہین، کہ
احدھما فی مقابلة الخاتم والثانی	سونار کے لئے ان دو درہمون کا لینا جائز
اجرة لہ،	ہوگا، جن مین ایک درم تو انگوٹھی کے مقابلہ
(ص ۱۳۰ المغنی جلد ۴)	مین ہوگا، اور دوسرا درم سونار کی مزدوری ہوگی،

لیکن یہی بات ہے کہ ربوا کے باب مین اس قسم کے بعض مسائل کا جو ذکر کر دیا جاتا ہے، جن مین بظاہر عملی دشواریان نظر آتی ہین، ان کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ اسلام چونکہ قطعی طور پر ربوا کی بنیاد انسانی معاشیات

سے اکھاڑ کر نکال دینا چاہتا ہے، اس لئے جہان کہین اس کی باریک رگ اور ریشے نظر آتے ہین، انھین بھی فوراً نوچ کر پھینک دیتا ہے، اور ایک ایسے خطرناک مہلک معاشی جرثومہ کے نکالنے کے لئے مسلمانون کو اگر کچھ عملی دشواریان پیش آجاتی ہین، تو چاہئے کہ اپنے نقطۂ نظر کے استحکام کے لئے اسے بخوشی برداشت کر لیا جائے، کچھ مذہب ہی کی راہ مین نہین، بلکہ زندگی کے دوسرے پہلوؤن مین بھی اپنے آیڈیل کی حفاظت کے لئے لوگ اس سے بھی زیادہ دشواریان خندہ جبینی کے ساتھ برداشت کرتے ہین،

ماسوا اس کے ایک قصہ اور بھی ہے، کہ اس قسم کے مسائل کا تعلق اگر ایک طرف ربوا سے ہے، تو اسی کے ساتھ اسلام کے بعض دوسرے اصول بھی ان پر اثر انداز ہوتے ہین، چونکہ ان مسائل کا عموماً ذکر ربوا ہی کے باب مین کیا جاتا ہے، اس لئے لوگ صرف اسی نقطۂ نظر سے ان کو دیکھتے ہین، لیکن اگر ان کے سامنے ان موثرات کو بھی واضح کر دیا جائے، تو شاید دشواری جتنی محسوس کی جاتی ہے، وہ باقی نہ رہے،

مثلاً یہی سونے چاندی کے ظروف اور زیورات وغیرہ کے خرید و فروخت کا مسئلہ ہے، اس مین کوئی شبہہ نہین کہ مساوات اور تقابض (یعنی دست بدست) لینے کی دونون قیدون نے ان کی خرید و فروخت مین ضرور دشواری پیدا کر دی ہے، لیکن یہ دشواری اس مین کیون پیدا کی گئی، کیا صرف ربوا سے بچنے کے لئے؟ بظاہر یہی خیال کیا جاتا ہے، لیکن کاش اسی کے ساتھ لوگون کو اسلام کے اس نقطۂ نظر کا بھی علم ہوتا جو سونے چاندی کے ظروف اور زیورات کے متعلق وہ رکھتا ہے، دنیا نے پہلے سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو، لیکن اب تو یہ مسئلہ تقریباً بداہت کے درجہ کو پہنچا ہوا ہے، کہ سونا اور چاندی جو بنی آدم کا ایک بین الاقوامی پیمانۂ قیمت ہے ان کو مالی مبادلات کا واسطہ بنانے کی جگہ مقصود بالذات بنا کر زیورون اور برتنون کی شکل مین مقید کر دینا ملک کی معاشی ارتقاء مین بدترین سنگِ راہ کو حائل کرنا ہے، ایک ہندوستانی معاشی اپنے مفلس ملک کا نوحہ ان الفاظ مین کرتا ہے :-

"ہندوستان کی قدامت پسندی اور جہالت بھی اس ملک کی غربت کی بہت کافی حد تک ذمہ دار ہے"

ہندوستان مین جس قدر بھی دولت موجود ہے، اس ملک کے باشندے اس کا صحیح استعمال نہین جانتے، ان کی دولت یا تو زیورات کی شکل مین ان کی عورتون کے گلے کا ہار بن گئی ہے، یا دفینون کی صورت مین زمین کے نیچے پڑی ہوئی ہے،

پھر اس غریب ملک مین "زیور" اور "ظروف" نے معاشی آب حیات کے اس بحر، وان کو جس مقدار مین منجمد کرکے بیکار کر دیا ہے، اس کی رپورٹ دیتے ہین؛

"اندازہ لگایا گیا ہے کہ تقریباً ۴۰ روپے فی کس اس وقت ہندوستان مین بالکل بیکار جمود ہو رہا ہے، جس ملک مین فی کس تین پیسے بھی آمدنی کا اوسط مشکل سے ہے، اس ملک پر اس معاشی فالج کا کیسا سخت اور شدید ترین حملہ ہے، کہ فی کس ۴۰ روپے زیورون اور برتنون یا دفینون کی شکل مین اس طرح قید ہو کہ

این طرفہ تماشا بین لب تشنہ در آب اندر

کا تماشا پیش کر رہے ہین، وہی بیچارہ معاشی لکھتا ہے:-

ہمارے ملک والون کو ابھی معلوم ہی نہین ہوا کہ دولت کا صحیح مصرف اسے کاروبار مین لگانا ہے، انھین خبر ہی نہین، کہ دوسرے ملک ہم سے کس قدر آگے بڑھ چکے ہین، کیونکہ یہ اپنا ایک پیسہ تک بیکار رکھنا گناہ سمجھتے ہین، ان کے پاس جو رقم بھی ضروریات پوری ہونے کے بعد بچتی ہے، اسے سرمایہ کی صورت مین اپنے کاروبار مین لگا دیتے ہین، اس کے برعکس ہمارے بھائیون کے پاس جب کبھی ایک آدھ پیسہ بچ جاتا ہے، تو اس کا زیور بنوا کر اپنی عورتون اور بچون کو اس مین جکڑ دیتے ہین"،

گویا سونے چاندی کو زیورات یا برتنون وغیرہ کی شکل مین مقید کرنا ملک کی دولت کو بے کار کرنا ہے، اور معاشی مذہب مین ایک پیسہ تک کو بیکار رکھنا گناہ ہے، جس کے معنی یہی ہوئے کہ سونے چاندی کے ایک رتی کا بھی زیور یا ظروف وغیرہ کی شکل مین رکھنا معاشی نقطۂ نظر سے ملک اور قوم کا جرم ہے، لیکن دنیا کے

معاشیون کو تو شاید اس کا علم اب ہوا ہے، مگر دینی معاشیات کے پیغمبر اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) آج سے ساڑھے تیرہ صدی پہلے یہ اعلان فرما چکے تھے،

لا تشربوا فی آنیۃ الذہب و	سونے چاندی کے برتنون مین نہ پانی
الفضۃ و لا تاکلوا فی صحافہا	پیا کرو، اور نہ اُن کے بادیون مین
(صحاح ستہ)	کھانا کھایا کرو،

صرف ممانعت ہی پر کفایت نہین فرمائی گئی، بلکہ ملک کے اس معاشی مجرم کے متعلق یہان تک ارشاد ہوا

الذی یاکل و یشرب فی آنیۃ	چاندی کے برتن مین جو کھاتا پیتا ہے،
الفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار	جہنم کی آگ مین اس کے پیٹ مین وہ گھولیگا
جہنم، (بخاری)	

اور اس لئے بالاتفاق تمام فقہاء اسلام کا اس پر اتفاق ہے، کہ سونے، چاندی کے برتن کا استعمال ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے حرام ہے، اور جو حکم ظروف کا ہے، مردون کی حد تک قریب قریب یہی حکم زیورات کا بھی ہے یعنی بجز خاتم (انگوٹھی) کے کہ اس کے متعلق فقہا کا کچھ اختلاف ہے، ہر قسم کے زیور سونے کے ہون یا چاندی کے مردون پر حرام ہین، اور گو عورتون کے خاص جذبات کے لحاظ سے ان کو ایک گونہ اجازت دی گئی ہے، لیکن رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس باب مین جو ارشادات ہین، اور مختلف اوقات مین آپؐ نے عورتون کے زیور کے متعلق جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے، اس سے منشاے مبارک یہی معلوم ہوتا ہے، کہ عورتین بھی ملک کے اس سرمایہ کو اپنے گلے کا طوق ہاتھون کی ہتھکڑیان نہ بناتین، تو بہتر تھا،

یا لیت امتی لم تحل الذہب	کاش! میری امت ہی (مرد ہو یا عورت)
(مسند احمد)	سونے کا زیور نہ پہنتی،

یہ آپؐ کی مشہور حدیث ہے، جس مین مردون ہی کے متعلق نہین بلکہ امتی جس مین عورتین بھی داخل ہین،

تمنا کی گئی ہے، کہ سونے کا زیور استعمال نہ کرین، تو اچھا تھا، قطع نظر اس روایت کے جس مین ایک صحابیہ حضرت ام عطیہؓ کو مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتون کے لئے سونے کے زیور کی اجازت چاہی گئی، تو

فابی علینا	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار کیا،

ایک اور عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے کے مختلف زیورون کا نام لے لے کر پوچھنا شروع کیا کہ اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟ لیکن ہر ایک کے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نار (آگ کا زیور ہے) فرماتے رہے، عورت پھر بھی عورت تھین، فطری جذبہ پر اتنی سخت چوٹ برداشت نہ ہوسکی اور بولین:

ان المرأة اذا لم تتزين لزوجها	عورت جب اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگار
صلفت عنده،	نہین کرتی، تو اسکی نگاہون سے اتر جاتی ہے،

لیکن اس پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیوی صاحبہ کو جو جواب دیا وہ یہ تھا،

ما يمنع احداكن ان تصنع	تم عورتون کو کس چیز نے اس سے روکا ہے
قرطين من فضة ثم تصفره بزعفران	کہ چاندی کی دو بالیان اپنے کان مین ڈالے
او عبير،	اور ان کو زعفران یا عبیر سے رنگ دے،
	(تاکہ سونے کی زردی کی جھلک پیدا ہوجائے)

اور یہ حال تو سونے کے زیورات کا ہے، چاندی کے زیورون پر اگرچہ عام عورتون کے متعلق زیادہ سختی نہین فرمائی گئی، لیکن آپؐ کے منشاء مبارک کا اظہار اس مشہور واقعہ سے ہوسکتا ہے، کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جیسی چہیتی بیٹی کے گھر مین بھی آپؐ نے چاندی کے زیورون کا دیکھنا بھی پسند نہ فرمایا اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ کو حکم دیا، کہ

يا ثوبان اشتر لفاطمة قلادة	ثوبان! فاطمہ کے لئے تم پٹھون کا ایک ہار
من عصب وسوارين من عاج،	اور فیل دندان کے دو کنگن خرید کر لاؤ،

بہر حال اگرچہ فقہائے اسلام نے قانونی طور پر طلائی و نقرئی زیورات کی حرمت کو صرف مردون تک محدود رکھا ہے، لیکن بجائے قانون کے اگر مسلمان اپنے پیغمبرؐ کے منشاء اور آرزو کی پیروی کرنے پر آمادہ ہوجاتے، تو عورتون سے بھی زیور کا قصہ تمام ہوجاتا، مگر افسوس ایسا نہین ہوا تاہم اسلام نے صراحۃً عورتون کے لئے اگر سونے چاندی کے زیور کو ممنوع نہین کیا ہے، لیکن سونے چاندی سے سکہ کے سوا جو چیزین بھی بنائی جاتی ہین، خواہ وہ زیور ہون یا برتن ہون، یا کچھ اور ہون، ان کے خرید و فروخت کی شکلون مین ایسی دشواریان پیدا کر دی ہین، کہ اسلامی نظام معیشت رکھنی والی قوم مین آسانی کے ساتھ ان کا چلن نہین ہوسکتا، مندرجہ بالا چند فقہی صورتین جن مین قیمتی سے قیمتی زیور کی نازک ترین حسن کاریان بالکل بے قیمت ہوجاتی ہین، جس کا حاصل بالآخر یہی ہوسکتا ہے، کہ اس قسم کی چیزون کا پہننا ہی رک جائے گا، اور یہی اسلام کا مقصود ہے، پس اصل یہ ہے کہ یہ دشواریان جو بظاہر صرف (یعنی سونے چاندی کے تبادلہ) مین نظر آتی ہین، وہ پیدا ہوئی نہین ہین بلکہ میرے خیال مین قصداً پیدا کی گئی ہین جس کی بنا ربوا سے زیادہ معاشی رگون کے اس خون حیات کے انجماد پر ہے، اور گو ظاہر نظر مین یہ دشواریان ہین لیکن غور کیا جائے تو انہی دشواریون مین در اصل عظیم الشان معاشی آسانیان پوشیدہ ہین، اسی طرح ربوا کی بعض دوسری شکلون مین بھی جو کچھ پیچیدگی محسوس ہوتی ہے، ان کا تعلق بھی ربوا سے زیادہ اسلامی تعلقات کے دوسرے ابواب سے ہے، اگر ان مسائل پر غور کرتے ہوئے ان ابواب کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے تو پھر کوئی پیچیدگی باقی نہین رہتی، مثلاً اسی سلسلہ کا ایک مسئلہ یہ ہے اگر کسی شخص کے پاس باریک چاول ایک من ہین، وہ موٹے چاولون کو دو من سوا سیر لینا چاہتا ہے، لیکن وہی برابر ہونا چاہئے، کہ حکم کے تحت وہ مجبور ہے، کہ ایک من باریک چاول کے عوض مین ایک ہی من موٹے چاول لے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسا کون شخص ہوگا، جو اپنا ایک من باریک چاول دے کر خواہ مخواہ کسی سے موٹے چاول ایک من لے گا، اسی قسم کی ایک صورت کھجور کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین جب پیش آئی تو آپؐ نے حکم دیا، کہ بجائے بدلنے کے یہ کرنا چاہئے کہ ادنی

قسم کی کھجور بیچ دی جائے، اور پھر اس کے پیسے سے عمدہ کھجور خرید لی جائے، بظاہر اس مین بھی ایک طویل عمل نظر آتا ہے، لیکن اگر ایک ہی جنس کی دو درجہ کی چیزون کا باہمی تبادلہ بزیادتی کی اجازت دیدیجاتی تو پھر دو چاندیون تک مین آدمی فرق بآسانی نکال سکتا ہے، کہ میری چاندی چونکہ اعلیٰ درجہ کی تھی، اس لئے ایک تولہ سے دو تولہ لینے مین کیا حرج ہے، بلکہ شاید دور دپیون مین بھی حیلہ جو چاہین گے تو اسی قسم کی نمبر اندازی کرسکتے ہین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے ایک جنس کی دو چیزون مین نمبر کے فرق کو سود کے معاملہ مین ناقابل لحاظ قرار دیا، اور صاف لفظون مین اعلان کر دیا گیا، کہ

جیدھا ورد یھا سواء (بخاری) ان کی عمدہ اور ردی قسمین دونون برابر ہین،

جس سے یہ غرض نہیں ہے کہ واقع مین ان چیزون کے اقسام مین نمبرون کا تفاوت نہین ہوتا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر اس فرق کی بنا پر زیادتی کی اجازت دیدی جائے گی، تو لوگون کے لئے سود خواری کی راہ کھل جائیگی، اور اسلام اس چھوٹے سے چھوٹے سوراخ کو سخت ترین ڈاٹون سے بند کرنا چاہتا ہے، رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشورہ

بع التمر بیعًا آخر ثم اشتر بہ کھجور (جو ادنیٰ قسم کی ہو) اسے بیچ دو، پھر اس کی قیمت سے اچھی کھجور خرید و،

اس مین اگرچہ بظاہر ایک گونہ دشواری ضرور ہی تھی، لیکن جہان تک میرا ذاتی خیال ہے، اس مین ضمناً معاشیات کے ایک خاص پہلو کی طرف بھی لوگون کو توجہ دلائی جارہی تھی، میرا مطلب ہے کہ عموماً ایسے ممالک جن کا تمدن وحضارت سے زیادہ تعلق نہین ہوتا، ان مین چیزون کو بجائے سکون سے خریدنے کے چیز ہی سے چیز کے لین دین کا دستور عموماً جاری رہتا ہے، ابن قیم کا بیان ہو،

لاسیما اھل العمود والبوادی خصوصاً خیمہ مین رہنے والے اور صحرا

فانما یتناقلون الطعام کے باشندے وے لوگ غلہ کو عموماً غلون

بالطعام (اعلام صفحہ ۱۰۳ جلد ۲) سے بدلتے ہین،

اسلام سے پہلے عربون مین بھی عام طور پر چیز ہی سے چیز خریدتے یعنی یہ طریقہ (Barter) یا فقہ کی اصطلاح مین مقائضہ کا دستور تھا، اسلام ان ذرائع سے بتدریج اس رواج کو بھی گھٹانا چاہتا تھا، علمائے معاشیات جانتے ہین، کہ معاشی ارتقا مین تبادلہ (Exchange) کے اس طریقہ کے بدل دینے مین کتنا دخل ہے،

چاندی کا مبادلہ چاندی سے اور سونے کا مبادلہ سونے سے برابر برابر ہو، اس معاشی نظریہ کا جہان انسداد ربوا اور دولت کے انجماد سے تعلق ہے، میرا یہ بھی خیال ہو کہ اس سے ایک اور بات بھی مقصود تھی جس کی طرف افسوس ہو کہ دنیا نے اب تک توجہ نہین کی ہے،

مقصد یہ ہو کہ حکومتون کے مختلف سکون مین عدم مساوات کی وجہ سے بٹاون کا جو دستور پایا جاتا ہے مثلاً حکومت آصفیہ کے سکون سے اگر کوئی انگریزی سکہ کو خریدنا چاہئے تو سو روپے انگریزی کے معاوضہ مین سولہ روپیہ مزید علاوہ سو روپیہ کے دینے پڑتے ہین، اور بٹاون کا یہ بھاؤ ایک حال پر بھی باقی نہین رہتا، کبھی کبھی بجائے سولہ روپیہ کے سترہ سترہ اٹھارہ اٹھارہ روپے تک زیادہ دینے پڑتے ہین، کبھی گھٹ کر بٹاون کا یہ قصہ پندرہ اور چودہ روپئے تک اُتر آتا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ بٹاون کی زیادتی اور کمی کا مدار صرف اس چاندی یا سونے کی کمی اور زیادتی پر مبنی نہین ہو، جو دو مختلف حکومتون کے دو مختلف سکون مین پائی جاتی ہو، جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہو دو حکومتون کے ایسے دو سکے جن کی چاندی اور جن کا سونا برابر ہوتا ہو، مختلف اسباب کے زیر اثر ان مین بھی ایکسچینج (تبادلہ) کے وقت بسا اوقات بٹاون ادا کرنا پڑتا ہے، ایک حکومت کے قلمرو سے دوسری حکومت کے قلمرو مین آمد و رفت رکھنے والون کو بھی، اور تجارتی کاروبار کرنے والون کو بھی بٹاون کے ان جھگڑون کی وجہ سے شدید نقصانات اٹھانے پڑتے ہین، بلکہ ایک ہی حکومت کے ایسے دو علاقے جہان دو مختلف قسم کے سکے مروج ہین، وہان بھی بٹاون اور ایکسچینج کی یہ دشواریان

پائی جاتی ہیں، مدت ہوئی یعنی ۱۹۲۵ء میں مصر کے مشہور علمی مجلہ الھلال (عربی) نے فروری کی اشاعت میں ایک مضمون شائع کیا تھا، مضمون نگار نے جنیوا کی لیگ آف نیشن (انجمن اقوام) کے امکانات کو پیش نظر رکھ کر یہ تجویز پیش کی تھی، کہ

یمکن ایجاد اتفاق لتوحید النقد الاساسی عند الامم،

یعنی انجمن اقوام کی وجہ سے اس کا امکان پیدا ہوگیا ہے، کہ کوئی ایسا اساسی اور دنیا کا سکہ ایجاد کیا جائے، جس پر دنیا کی قوموں کا اتفاق ہو جائے، اور سارے جہان کے باشندے اس پر متحد ہو جائیں،

آگے چل کر اس کا مشورہ دیتے ہوئے کہ امریکہ کے ڈالر کو "اساسی سکہ" مان لیا جائے اسی نے لکھا ہے کہ

لکی یمنع التلاعب من حیث العیار یجب ان لیسك الدولار سکة واحدة فی مضبع واحد حتی یبقی عیارہ واحداً عند الامم،

سکوں کے معیاری اختلافات کی وجہ سے جو کھیل کھیلے جا رہے ہیں، اس کے انسداد کی یہی شکل ہے، کہ ڈالر کو ایک ہی سکہ جو ایک ہی ٹکسال میں ڈھالا جائے، بنا دیا جائے تاکہ دنیا کی ساری قوموں میں ایک ہی معیار کے سکہ کا چلن ہو جائے،

اسی مضمون میں یہ بھی ہے، کہ آج مختلف ممالک، اور حکومتوں کے مختلف معیار والے سکوں کی وجہ سے حال یہ ہے کہ

لا یدری ما یاتی الغد،

[illegible]

قطعاً یہ نہیں بتایا جاتا کہ کل کیا ہوگا یعنی بازار میں کسی ملک کے سکہ کا بھاؤ کل کیا باقی رہیگا، سکا

مثال سے یوں سمجھایا ہے کہ

نقد یشتری الیوم احد السلع فرنسا و یحسب حال الفرنك والدولار فیجد انه قد ربح لانه لم یشترها من امریکا مثلا فلا یکاد یمضی علی تاریخ شرائه اسبوع حتی یحسب حسابه ثانیاً ویجد انه اخطاء کل الخطاء لاعتماده علی السوق الفرنسیه بدلا من الامریکیه،

یعنی ایک شخص کوئی مال فرانس میں مول لیتا ہے، اور فرانک (سکہ فرانس) و ڈالر (سکہ امریکہ) دونوں کا حساب کر کے خیال کرتا ہے، کہ وہ نفع میں رہے گا، کیونکہ مال اس نے امریکہ میں نہیں خریدا ہے لیکن ایک ہفتہ بھی اس مال کی خریداری پر گزرنے نہیں پاتا، کہ اب جو دوسری دفعہ حساب کرتا ہے، تو پاتا ہے، کہ اس نے سخت غلطی کی، کہ بجائے امریکی بازار کے فرانسیسی بازار...

[illegible]

بہرحال سکوں کے اس اختلاف کی وجہ سے دنیا جن مصائب کو بھگت رہی ہے، اس کا علاج جیسا کہ مضمون نگار نے لکھا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے، کہ تمام سکوں کا وزن و معیار سب ایک کر دیا جائے، اپنی اس تجویز کا نام اس نے "نظریہ توحید نقد اساسی" رکھا ہے، آخر میں مضمون کو ختم کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ نقد اساسی کی توحید کے نظریہ پر اگر اقوام عالم کا اتفاق ہو جائے، تو

حدث فی العالم طریقة التعامل وتسهلت بذلك التجارة وزال کثیر من الخسائر اللتی یتحملها التجار وسائر الناس فی غش السماسرة فی تحویل النقود وشرائها

دنیا میں لین دین اور کاروبار کا طریقہ سارے عالم میں ایک ہو جائے گا، اور اس کی وجہ سے تجارت میں بڑی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی، اور بہت سے سارے خسارے جو بیچارے تاجروں...

دیکھا،

کو صرافہ کے دلالون کی وجہ سے برداشت
کرنے پڑتے ہین، یعنی سکون کے ادل بدل
(ایکسچینج) مین جو فنی فریب چال اور
دھوکہ دیتے ہین، اس سے دنیا محفوظ [illegible]

کیا یہ سارا شور و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ سواء بسواء مثلاً بمثل کا ترجمہ نہین ہے؟

اس کے سوا بھی سکون کے ایکسچینج سے فائدہ اٹھا کر موجودہ زمانے مین حاکم اقوام نے محکومون کے ساتھ جو مظالم جنگِ عظیم کے بعد تلافی مافات کے لئے توڑے ہین، ہندوستان کے بیوپاریون، اور ساہوکارون سے درد کے اس افسانہ کی داستان سننی چاہئے، لاکھ دو لاکھ نہین صرف ایکسچینج کے مغالطہ نے کروڑون بلکہ مبالغہ نہ ہو، تو اربون کا وارا نیارا کیا ہے، جن کی تفصیلات شاید علماء معاشیات بتا سکتے ہین، حالانکہ بنی آدم کے تمام افراد ایک ہی آفتاب، ایک ہی ہوا، ایک ہی پانی ایک ہی مٹی سے نفع اٹھانے مین مشترک ہین، چاندی سونے سے استفادہ کے حق کو بھی اگر عالمگیر کر دیا جائے، تو اس مین دنیا کا کیا بگڑتا ہے، حکومتون کا اپنے اپنے سکون پر مخصوص علامات کی نمایش کے جذبہ کی اگر تسکین بھی مقصود ہو حالانکہ بجز ایک وہمی ہوسناکی کے شاید چندان مادی نفع اس کا کیا ہے، لیکن یہ بھی تو ہے، کہ ہر حکومت اپنے امتیازی نشان کو سکون مین قائم رکھتے ہوئے ان کے اوزان اور جو کھوٹ مساوی کر دے، کسی زمانہ مین یہ تجویز اگر کچھ ناقابل عمل نظر آتی ہو، تو شاید اس کے کچھ اسباب بھی تھے، لیکن اب جب کہ زمین کی طنابون کو قدرتی قوانین کے چند نئے انکشافات نے کھینچ کھینچ کر اس طرح ملا دیا ہے کہ اب ایک ہی ملک نہین بلکہ کرۂ زمین کے تمام ممالک تقریباً ایک بستی یا زیادہ سے زیادہ ایک بڑے شہر کی صورت اختیار کر چکے ہین، رات کو جو واقعہ واشنگٹن مین پیش آتا ہے، صبح ہوتے ہوتے حیدرآباد مین اس کی خبر گھر گھر پھیل جاتی ہے، اور

اب تو بات اس سے بھی کہین آگے بڑھ گئی ہے، چھ چھ مہینہ مین جو راستہ آج سے سو سال پہلے طے ہوتا تھا، کل پندرہ گھنٹون کے فاصلہ پر رہ گیا ہے، گویا ایسی صورت مین سکون کے ہم وزن ہونے پر اگر حکومتین بین الاقوامی معاہدہ کے طور پر اتفاق کر لین تو گویا اس کے معنی ہوئے، کہ کسی شہر کے چند محلون یا شہر کے محلے کے چند امیرون نے کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیا ہے، مواصلات کے موجودہ ذرائع سے دنیا جب محروم تھی پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہ نے جب اس وقت یہ تجویز دنیا مین پیش فرمائی تو اس وقت تو اس تجویز کو عملی لباس پہنانا پہلے کی نسبت سے آسان بلکہ آسان تر ہو چکا ہے، لیکن ہیومنٹی (عام انسانیت) کی خدمت آدمی کا سب سے بڑا فریضہ ہے، ان بلند بانگ دعوون کے بلند کرنے والون کی زبانون پر جو کچھ ہے، کاش وہ دلون مین بھی ہوتا، جو اپنے کو سب کے لئے کہتے ہین، لیکن سب کو جو اپنے لئے سمجھتے ہین ان کے فاسد اغراض کیسے پورے ہو سکتے ہین، جب ایکسچینج کے مغالطہ دینے کی یہ چال اُن کے ہاتھون سے چھین جائیگی، ان کا فائدہ تو اسی مین ہے، اسی راہ سے تو ان بڑی مچھلیون کو چھوٹی مچھلیون کے نگلنے کا موقع مل رہا ہے اور ان بڑے درختون کو چھوٹے پودون کے چبانے کی آسانیان فراہم ہو رہی ہین، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوسرون کے بھی اسی طرح پیغمبر ہین، جیسے ہمارے لئے ہین، انھون نے انسانیت کے عام فلاح و بہبود کی ایک تجویز پیش کر دی ہے، آدم کے بچون مین ہمت ہو تو وہ اس تجویز کو مان کر ایکسچینج کے گرداب سے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھ ساری نسل انسانی کو نجات دلا سکتے ہین، وَلَعَلَّ اللہُ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْراً۔

جوابِ استفسار

اثرِ مبارک

جناب حاجی کریم بخش صاحب، راولپنڈی | جناب سید سلیمان صاحب مدظلہ العالی

سلام مسنون:-

فروری ۱۹۴۲ء کے معارف میں آپ کے قلم سے ایک مضمون حکیم الامۃ کے آثارِ علمیہ چھپا ہے، صفحہ ۸۸ پر پہلی پانچ سطروں میں حضرت مولانا کے دس بارہ اشعار کا مثنوی کے وزن پر آپ نے (مولانا نے) آپ کو لکھ بھیجے تھے) ذکر ہے، مہربانی فرماکر وہ اشعار اور ان کا عنوان بندہ کو لکھ بھیجئے، خدا آپ کو جزائے خیر دے، والسلام۔

معارف:- بغرض افادۂ عام و تبرک و بقائے اثرِ مبارک پیش ہے، اللّٰھم اجعلنی اھلاً لہ

ہیچمدان سلیمان ۲ر شعبان سنہ ۱۳۶۳ھ

اعتراف (یعنی اخذ اعلان) | از اعتراف (یعنی رجوع سید سلیمان)

لمثل ھٰذا فلیعمل العاملون | و فی ذٰلک فلیتنافس المتنافسون

(اقتباس ترغیب دلپذیر، از مثنوی رومی بتصرف یسیر)

از سلیمان گیر اخلاص عمل | داون تونذی را منزہ از دغل

بشارت

اے دلت معمور از اسرارِ حق | اے دلت مخمور از آثارِ حق،

اے دلت پر نور از انوارِ حق | اے دلت مسرور از اخبارِ حق

دعا

صد مبارک باد این اظہارِ حق | صد مبارک باد این اقرارِ حق

مشورہ

لیک باشد این طریق نفع خاص | کہ باہلِ علم دارد اختصاص

سعیِ نفع عام اینجا واجب است | آنکہ نافع بہر ہر طالب است

تفسیر نفع عام

در کلامِ خود نظر خود کردنی | یا کہ نقادے بدست آوردنی

ہمچنان کردم تبالیفاتِ خویش | صرف ہم کردم پے او نقد بیش

معذرت

گرچہ ناظم نیستم ابیات را | نظم کردم لیک این جذبات را

مقصدِ من خیر خواہی ہست و بس | بو کہ بارغبت فتد در گوشِ کس

اشرف علی ۲۰ر محرم سنہ ۱۳۶۲ھ

کتاب حفظ الایمان کی ایک عبارت کی توضیح

یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب

جناب محمد اویس صاحب گوڑگانوی، ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول گوہانہ ضلع رہتک | مولانا صاحب

السلام علیکم:-

"حکیم الامۃ کے آثارِ علمیہ (معارف فروری سنہ ۴۲ء) سے جناب کی ارادت ظاہر ہے، لیکن مورخ کو تصوری

کے دونوں رُخ مدِ نظر ہوتے ہیں، تمام مضمون بار بار دیکھا، کتاب حفظ الایمان جو مولانا کی عقائد میں
خاص تصنیف ہے، کہیں نظر نہ آئی جس کے ایک توہین آمیز فقرے نے اہلِ اسلام میں شور برپا
کر دیا، براہِ کرم اس فقرے پر خیال آرائی فرما کر اہلِ ایمان کے شکوک رفع فرمائیں، کتاب
حفظ الایمان کا وہ فقرہ حسب ذیل ہے:

"اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی علم غیب تھا تو یہ ناممکن، اور اگر جزوی تھا، تو ایسا تو زید،
بکر، مجنون دیوانہ، بلکہ جمیع حیوانات کو ہے"

معارف:- مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، عنایت نامہ ملا، اس بروقت تنبیہ کا شکریہ، جو امید ہے خلوص
کے ساتھ کی گئی ہے، اور میرا جواب بھی اسی اخلاص پر مبنی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ،

حضرت مولانا حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب حفظ الایمان کے جس فقرہ کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے
وہ معنی کے مقام پر صحیح ہے، اور کسی ترمیم یا تصحیح کی اس میں ضرورت نہیں، لیکن چونکہ بعض حضرات کے اعتراضات
سے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ معلوم ہوگیا، کہ یہ فقرہ ان بعض حضرات کے لئے معاذ اللہ توہین نبوت
کا موہم ہوا ہے، تو حضرت ممدوح نے اس کی جگہ اسی معنی کی دوسری عبارت حفظ الایمان کے دوسرے اڈیشن میں
بدل دی اور بطور ضمیمہ بھی شائع کر دی ہے، جو شاید آپ کی نظر سے نہیں گذری، چنانچہ وہ عبارت یہ ہے "اگر بعض
علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے، مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیا علیہم السلام
کو بھی حاصل ہیں، تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے" الخ ص ۹ وص ۲۰ تحریر تاریخ ۱۰ صفر ۱۳۴۲ھ
مطبوعہ مجتبائی برقی پریس دہلی،

مزید توضیح کے لئے عرض ہے کہ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم غیب کی محض بعضیت میں غیر
انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اشتراک ہوا، مگر عالم میں یہ شرف علوم اور معلومات کے شرف سے بھی پیدا ہوتا ہے

مثلاً قلم سازی کا علم کم درجہ ہے، اس سے کتابت کا مرتبہ بڑھا ہے، کتابت سے تالیف کا مرتبہ بڑھا ہے، تالیف
سے تصنیف کا مرتبہ زیادہ ہے، اس سے بڑھکر اجتہاد کا مرتبہ ہے، اور اس سے بڑھا ہوا معرفت کا درجہ ہے، اس
سے بھی زیادہ بالا علوم ولایت ہیں، اور ان سے بھی زیادہ مافوق علوم نبوت، گو کہ یہ سب نسبتہً جزئی علوم ہیں
مگر مراتب میں ایک دوسرے سے فائق ہیں، اس بنا پر گو کہ انبیاء علیہم السلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے
جملہ علوم باعتبار علم الٰہی کے جو محیط کل ہے، جزئی ہوں تاہم ایک جزئی علم دوسرے جزئی علم سے بمدارج فائق
ہوتا ہے، اس بنا پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جزئی غیروں کے علم جزئی پر باوجود اشتراک فی الجزئیت کمًا
وکیفاً بمدارج ومراحل مافوق ہے، جس کا علم اسی عالم الغیب جل شانہ کو ہے، کما قال اللہ تعالیٰ

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ، — اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ بندے نہیں کرسکتے، لیکن اتنا ہی کا جتنا اللہ تعالیٰ چاہے

مزید تفصیل کا شوق ہو تو سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جلد سوم باب اطلاع غیب ملاحظہ ہو،

والسلام "س"

سیرۃ النبی کی ایک عبارت کی تشریح

یعنی

سنۃ اللہ کا مفہوم

جناب علی احمد خان صاحب
پھلور ضلع جالندھر

مکرمی جناب سید صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم:-

آپ کی تصنیف سیرۃ نبوی، حصہ سوم طبع دوم چھوٹی تقطیع کے صفحہ ۷۰۵ پر سنۃ اللہ کا
مفہوم پڑھا، پڑھکر طبیعت بہت خوش ہوئی، یہ ایک ایسی الجھن تھی جو میرے دماغ سے معجزات کے
متعلق کم ہی نکلی تھی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، اب اس کے متعلق ایک سوال پیدا ہوتا ہے

وہ یہ ہے، کہ اگر سنۃ اللہ کا یہی مفہوم ہے کہ حق و باطل کی کشمکش میں باطل کا مٹ جانا ہی سنۃ اللہ ہے تو جو عام روز مرہ کے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں، مثلاً سورج کا مشرق سے نکلنا، بارش کا بادلوں سے پڑنا، علیٰ ہذالقیاس، آخران کو کس نام سے پکارا جائے، سنۃ کے معنی عادت یا طریقہ کے ہیں، کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے، کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے، کہ سورج کو مشرق ہی سے طلوع کرتا ہے، بارش کو بادلوں ہی کے ذریعہ سے گراتا ہے، اگر اسے سنۃ اللہ نہیں کہہ سکتے، تو کیوں؟ پھر کس نام سے ان افعال کو یاد کیا جائے ؟

یا کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ یہ بھی سنۃ اللہ ہی میں داخل ہے، لیکن جس سنۃ کی تبدیلی محال ہے وہ صرف وہی ہے، یعنی حق و باطل کی جنگ اور کشمکش میں حق کا غالب آنا، اور اسی خاص سنت کے متعلق ہے، کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا یعنی اس شرط سے صرف یہی ایک سنت مشروط ہے، باقی سب سنتیں تبدیلی پذیر ہیں، مفصل طور پر اس کے متعلق تحریر فرمادیں؛

معارف:- مکرم السلام علیکم

سیرت میں سنۃ اللہ کے مفہوم کی جو تحقیق کی گئی ہے، وہ لغوی اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ قرآنی اصطلاح کے اعتبار سے ہے، اس میں صاف طور سے کہا گیا ہے، کہ

"قرآن مجید میں سنۃ اللہ کا ایک خاص مفہوم ہے"؛

اصل یہ ہو کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا، اور اسی مفہوم کی دوسری آیتوں کو سامنے رکھ کر کچھ لوگ معجزات کا انکار کرنا چاہتے ہیں، وہ کہتے ہیں، کہ آیات قرآنی کے بموجب کائنات جس نظم کے ماتحت چل رہی ہے، اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے، اس لئے معجزہ جو خرق عادت ہے، اس کا صدور بھی ممکن نہیں ہے، سیرت میں ان لوگوں کے اس غلط استنباط پر تنبیہ کی گئی ہے، اور پہلے یہ بتایا گیا ہے، کہ قرآن مجید اسباب وعلل اور مصالح و حکم، طبائع و خواص کا قائل ہے، لیکن اس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ یہ اسباب وعلل خلاقِ عالم

کے پیدا کردہ ہیں، وہ ان مصالح پر مجبور و مضطر نہیں ہے، کہ اپنے خاص حکم و ارادہ سے ان کو شکست نہ کر سکتا ہو اسی سلسلہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید میں لفظ سنۃ اللہ کے جتنے مواقع استعمال ہیں وہاں کہیں بھی سنۃ اللہ سے کائنات کا ایک نظم خاص کے ماتحت چلنا مراد نہیں ہے، بلکہ ہر جگہ سنۃ اللہ سے مراد شر کے مقابلہ میں حق کی کامیابی کا دستور ہے !

قرآن مجید کے اس اصطلاحی مفہوم سے قطع نظر، کائنات کے اندر اسباب وعلل کے ماتحت جو نظم کام جاری ہے، اس میں جس چیز کے متعلق آپ چاہیں، لغوی حیثیت سے یہ کہہ سکتے ہیں، کہ فلاں معاملہ میں سنۃ اللہ یوں جاری ہے، مثلاً یہ کہا جائے کہ سنۃ اللہ یہ جاری ہے کہ آفتاب مشرق سے طلوع ہو، یا پانی ابر سے برسے، وغیرہ، تو لغت کے اعتبار سے یہ کہنا درست ہوگا، لیکن اس سنۃ اللہ کو اور قرآن مجید کی مصطلح سنۃ اللہ کو ایک سمجھنا سخت ترین غلطی ہوگی، حاصل یہ ہے کہ باطل کے مقابلہ میں حق کی کامیابی کا سنۃ اللہ ہونا وحی الٰہی سے معلوم ہے، اور اس لئے اس کی صحت میں شک نہیں، اور بقیہ امور کا سنۃ اللہ میں داخل کرنا آپ کا قیاس کہ ممکن ہے صحیح ہو اور ممکن ہے غلط ہو سیرت کی تحقیق کا یہی مفہوم ہے !

ایک اور بات بھی ذہن نشین رہے، جہاں نظام عالم کی دوسری چیزیں آپ کے علم و قیاس و تجربہ کے رو سے سنۃ اللہ ہیں، ہاں اس نظام عالم کی ہر چیز ہر وقت ارادۂ الٰہی و قدرتِ الٰہی کے ماتحت بدل سکتی ہے اور تغیر پا سکتی ہے، لیفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید، "خدا جو چاہے کر سکتا ہے، اور جو چاہے حکم دے سکتا ہے" معجزات (جن سے مقصود احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہے) کا تعلق اللہ تعالیٰ کی اسی مشیت و وسعت قدرت سے ہے، جہاں آپ قیاس و تجربہ سے دوسرے قوانینِ فطرت کو سنن الٰہی قرار دیں، وہیں قرآن پاک کے صریح الفاظ کی بنا پر اس کو بھی سنت الٰہی تسلیم کریں،

والسلام

مشہور صوفی شاعر عراقی

جناب یوگ دھیان اہوجہ سینیر لکچرر فارسی و اردو ڈوبا کالج جالندھر	مخدومی سید صاحب تسلیم

"عراقی کے حالات اور ان کے ماخذ درکار ہین۔ (ملخصاً)

معارف :- جناب من تسلیم

آپ کا نوازشنامہ ملا عراقی مشہور صوفی شاعر ہین، شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی المتوفی سنہ ۶۶۶ھ کے مرید تھے، عراق سے چل کر ملتان آئے تھے، اور وہان شیخ زکریا کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے، ان کا تذکرہ فرشتہ جلد آخر تذکرۂ مشائخ کے ضمن مین مختصر، اور نفحات الانس جامی مین کسی قدر مفصل مذکور ہے، اس کے علاوہ تاریخ گزیدہ، مجالس العشاق، ہفت اقلیم رازی، ریاض الشعراء والہ داغستانی، تذکرۂ شعراء دولت شاہ سمرقندی، مرآۃ الخیال، شیر خان لودی، سفینۃ الاولیا، منسوب بہ دارا شکوہ، اور مخزن الغرائب سندیلوی مین حالات ملتے ہین، نیز میخانہ، عبد النبی اس موضوع کے لئے بہتر ماخذ ہے، عبد النبی نے اپنے میخانہ مین قدیم ماخذ سے معلومات کسی قدر یکجا کر دیئے ہین، اسی طرح حاجی خلیفہ کی کشف الظنون، اور فہرست کتب خانہ شاہ اودھ، برٹش میوزیم، انڈیا آفس، اور بوڈلین لائبریری وغیرہ مین ان کی کتابون کے حالات اور سوانح کے مختصر اشارات ملتے ہین،

ان ماخذ سے عراقی کے مختصر سوانح اور ان کی کتابون کے متعلق معلومات کسی آیندہ موقع پر علحدہ مقالہ کی صورت مین انشاء اللہ تعالیٰ معارف مین آپ کی نظر سے گذرین گے، فقط

"س"

تذکرۃ الاولیا کے اردو ترجمہ مین ایک مسامحت

جناب سید علی تقی صاحب سب انسپکٹر دیہات سدھار مظفر گڈھ	مخدوم الملت والدین جناب سید صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

"مین ایک تکلیف دیتا ہون معاف فرمائین گے، مین تذکرۃ الاولیا، مولفہ شیخ عطارؒ صاحب مترجم ص ۴۹۰ پڑھ رہا تھا، کہ شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا باغ دریائے نیل نے تباہ کر دیا تھا، کیا علاقہ خرقان مصر مین ہو، یا بعد میں حضرت مصر سے خرقان مین ترک سکونت کر آئے تھے، یہ ایک تاریخی نکتہ ہو ضرور تصحیح فرما دین یا کتاب مین غلط چھپا ہو، امید ہے کہ ضرور تکلیف گوارا فرما دین گے، تا ایسی نادر کتب کا مطالعہ کوئی ناول یا افسانہ معلوم نہ ہووے،

معارف :- محترم زاد لطفکم

السلام علیکم، عنایت نامہ ملا، افسوس ہو کہ تذکرۃ الاولیا، شیخ فرید الدین عطارؒ کے اردو ترجمہ کا نسخہ ہمارے یہان موجود نہین ہو، لیکن اس کے اصل فارسی نسخہ کے مراجعہ سے اردو کے مترجم کی مسامحت کا اندازہ ہوا، اصل فارسی نسخہ مین شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کے سوانح مین ان کے باغ کے سلسلہ مین دریائے نیل کا تذکرہ کسی جگہ موجود نہین ہے، البتہ ایک روایت مین ان کے ایک باغ کا تذکرہ آیا ہو کہ ایک مرتبہ ان کے باغ مین پھاوڑا چلایا گیا، تو زمین سے چاندی برآمد ہوئی، دوسری بار پھاوڑا چلایا گیا تو سونا برآمد ہوا، الخ

فارسی مین پھاوڑا یا کدال کو "بیل" کہتے ہین، اس روایت مین یہی لفظ آیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے مترجم نے بیل کو نیل پڑھا، اور اس سے دریائے نیل مراد لیا، ورنہ ظاہر ہے، کہ مقام خرقان کو دریائے نیل سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے، فارسی نسخہ کی وہ روایت درج ذیل ہے، اس سے اپنی کتاب مین اردو ترجمہ کی تصحیح فرما سکتے ہین بشرطیکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ وہ اسی موقع کی عبارت کا ترجمہ ہو، کیونکہ اس مین باغ کے برباد ہونے کا کوئی ذکر سرے سے نہین آیا ہو :-

"نقل ست کہ بائطے داشت یکبار بیل فرو برد نقرہ برآمد، بار دوم فرو برد زر برآمد، سوم بار فرو برد، مروارید و جواہر برآمد ابو الحسن گفت خداوندا ابو الحسن بدین فریفتہ نگر دو من بدنیا از چون تو خداوندی بر نگردم" (ج ا ص ۲۰۲)

"س"

حضرت نوحؑ کی کشتی مکہ مین کب آئی

جناب اہلیہ مولوی معین الدین احمد صاحب
ندوی قدوائی رسول پور، ڈاکخانہ جہانگیر آباد ضلع بارہ بنکی

محترمی جناب سید صاحب قبلہ!
تسلیم

"عام طور پر لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی کوہ جودی پر رُکی، اور آپ نے حج کے بیان مین خصوصیات کعبہ کے سلسلہ مین نوح علیہ السلام کی کشتی کا رکنا کعبہ مین لکھا ہے تو کیا کوہ جودی کا کعبہ مین ہے؟ والسلام

معارف:- محترمہ تسلیم

غالباً سیرت کے اس فقرہ کے متعلق استفسار ہے کہ "یہین نوحؑ کی کشتی نے آکر دم لیا"، اس فقرہ مین اشارہ کوہ جودی کی طرف نہین، بلکہ اس روایت کی طرف ہے کہ:-

وانھم اقاموا فی السفینۃ مائۃ وخمسین یوما وان اللہ تعالیٰ وجہ السفینۃ الی مکۃ فدارت بالبیت اربعین یوما ثم وجھھا اللہ تعالیٰ الی الجودی،
(اخبار مکۃ ازرقی ج ا ص ۱۱)

وہ لوگ کشتی مین ایک سو پچاس دن رہے (پھر) اللہ تعالیٰ نے کشتی کو مکہ کی طرف پھیر دیا چنانچہ وہ چالیس دن تک بیت اللہ کا طواف کرتی رہی، پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف بھیج دیا۔

والسلام

"س"

وفیات

ایک بہادر مسلمان کی موت

بہادر خانؒ

چار پانچ ہفتے ہوئے مین ایک گاؤن مین تھا کہ دفعتہ ایک صاحب نے ایک انگریزی اخبار کے حوالہ سے نواب بہادر یار جنگ کی اچانک موت کی اطلاع دی، موت ہر وقت آتی ہے، اور ہر وقت آسکتی ہے، تاہم جن کے مرنے کو دل نہین چاہتا، ان کے مرنے کی خبر کا یقین بھی دفعتہ نہین آتا، ان کا ہشاش بشاش متبسم چہرہ، ان کا صحیح و تنومند جسم، ان کا خوبصورت اور دلفریب قد بالا، ہر چیز بجلی کی کوند کی طرح سامنے آئی، اور ان کی موت کی خبر کو جھٹلا کر چلی گئی، خود جا کر اخبار پڑھا، ورقون کو الٹا پلٹا، روایت نے صدق کی، اور صدق نے یقین کی، اور یقین نے آنسوؤن کی صورت اختیار کی، اور انا للہ کے ساتھ دل کی گہرائی سے مغفرت کی دعا نکلی،

مرحوم سے جان پہچان اور بار بار کی ملاقات تو بارہ تیرہ برس سے تھی، مگر ابھی اسی سال فروری، مارچ اور وسط اپریل تک حیدر آباد مین دار العلوم ندوہ کے سلسلہ سے تقریباً ان سے روزانہ ہی ملنا جلنا اور ساتھ ساتھ لوگون کے پاس آنا جانا، اور گھنٹون بیٹھکر ہر موضوع پر اظہار خیال کا، اور ہر پہلو سے ان کے جانچنے اور پرکھنے کا موقع ہاتھ آیا، وہ ہر پہلو سے مجبوب ہی نظر آئے، ارادہ کے پکے، بات کے دھنی مخلص وفادار، خدا ترس عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجاہد اسلام، بہادر مسلمان سپاہی، اور ہر معنی مین سپاہی، بہادر پٹھان اور بہادر مسلمان!

اکثر دیکھا گیا ہے کہ زبان کے تیز ہاتھون کے کمزور ہوتے ہین، یعنی باتون کے دھنی ہاتھون کے سست ہوتے ہین، مگر وہ زبان اور ہاتھ دونون کے تیز تھے؛ اور اسی کا کرشمہ تھا کہ صرف چند سال کے اندر کشمیر کی پہاڑیون سے

لے کر دکن کے کنارون تک پورے ہندوستان پر چھاگئے،

بارہ تیرہ سال گذرے ہون گے، کہ مجھے ان کا نام حیدرآباد مین پہلے پہل ایک مدراسی فاضل دوست افضل العلماء، ڈاکٹر عبدالحق کے ایک تار مین جس کو کرنول سے انھون نے حیدرآباد میرے نام بھیجا تھا، نظر آیا، اس تار مین مجھے نواب بہادر یار جنگ کے ساتھ کرنول کے ایک جدید مدرسہ کے افتتاح مین بلایا تھا، انھون نے تار کی سطرون مین نواب بہادر یار جنگ کا نام پڑھا، دل نے کہا نواب! عیش کا پروردہ! دولت کا آفریدہ! راحت کا خوگر، محراب ومنبر سے ناآشنا، وہ قومی ومذہبی مجالس کا ہیرو ہوا، میرا قیام اپنے عزیز دوستون مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی، ومولانا عبدالباری صاحب ندوی کے گھر مین تھا، مین نے اُن سے اپنی حیرت کا اظہار کیا، مولانا گیلانی نے بڑھکر ان کی تحسین کی، اور فرمایا جی ہان مین ان کو بچپن سے جانتا ہون، خوب بولتے ہین، اور بڑی دلنشین تقریر کرتے ہین، اسکول مین جب پڑھتے تھے، مجھے بلا بلا کر اپنے جلسون مین لے جاتے تھے، تقریر کے انعامی مقابلون مین مین انھین تمغے اور انعام دیا کرتا تھا، آج کل میلاد کی مجلسون مین ان کی تقریرین بہت پسند کیجاتی ہین، یہ وہ زمانہ تھا، جب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ تھے، اور ان کے سبب سے میلاد کی محفلون کی بڑی کثرت اور چہل پہل تھی، شستہ اور محتاط مقررین کی تلاش رہتی تھی، اس سلسلہ مین تازہ وارد نوجوان بہادر خان کی حوصلہ افزائی پر حوصلہ افزائی کیجاتی رہی،

اتفاق دیکھئے کہ چند ہی روز بعد مہاراجہ کشن پرشاد آنجہانی صدر اعظم دولت آصفیہ کے یہان دعوت ہوئی، بہت سے مہمان تھے، کھانے سے فرصت ہوئی، تو ایک خوبصورت سڈول نوجوان، شروانی اور ٹرکی ٹوپی مین ملبوس، بے تکلفی کے ساتھ آگے بڑھا، اور ادب سے ہاتھ ملاکر گویا ہوا، مین خود اپنا تعارف کرتا ہون مین ہون آپ کا شاگرد بہادر خان، انھون نے حیرت سے صورت دیکھی، نا آشنا پایا، تفصیل پوچھی، فرمایا آپ کی کتابون کو پڑھکر علم پایا، اور خطبات مدراس کو رٹ کر میلاد کی محفلون کو گرمایا، ان کی اس تواضع سے دل شرمندہ ہوا، اور ان کی اس شرافت سے سننے والے کی گردن جھک گئی،

اون کی یہ تواضع اور خاکساری تنہائیون ہی مین نہین، ہزارون کے مجمعون مین اسی طرح ظاہر ہوتی تھی، مولانا گیلانی کے ساتھ ان کی مودت برملا ان کی زبان سے ظاہر ہوتی، مولانا شروانی کی حوصلہ افزائیون کا اعتراف علی گڈھ یونین کی پہلی تقریر مین خود میرے کانون نے سُنا، دارالمصنفین کی کتابون کے احسان کی کہانی اسی سال مارچ مین دارالسلام حیدرآباد کے عظیم الشان جلسہ مین سب نے سنی،

مرحوم کی تقریر مین فصاحت وبلاغت اور بدائع تینون کے جوہر تھے، شاعری وہ نہین کرتے تھے، مگر ان کی نثر شاعری کا نمونہ ہوتی تھی، ان کی تقریرین بارہا سنین، ان کی اساس تین چیزین ہوتی تھین، اسلامی تاریخ کے معلومات، اقبال کے اشعار، ابوالکلام کے الفاظ، انھون نے اقبال کو بہت پڑھا تھا، اور بہت سمجھکر پڑھا تھا، ان کا بیشتر کلام ان کے حافظہ کے خزانہ مین محفوظ تھا، جس کو وہ اپنی تقریرون مین بہت دلنشین انداز سے موقع موقع سے پڑھتے تھے، اور حاضرین سے خراج تحسین وصول کرتے تھے،

علی گڈھ یونیورسٹی یونین سے داد پانا آسان نہین، یونین مین ان کی پہلی تقریر تھی، موضوع حیدرآباد مین مسلمانون کی سیاسی حیثیت اور دعوائے اقتدار تھا، جب تک وہ تقریر کرتے رہے، تاثیر کا دریا بہتا رہا، اور ہر شخص کو تسکین ہوگئی کہ حیدرآبادی مسلمانون کا دعوی بالکل صحیح ہے، ایک اچھے مقرر لیڈر کو یہ کہتے سنا، کہ انھون نے اپنے کیس کو بہت خوبی سے پیش کیا، طالب علمون نے ان پر تحسین وآفرین کے پھول برسائے، یہ علی گڈھ مین ان کی پہلی جیت تھی،

جس زمانہ مین حیدرآباد مین مسلمانون، اور ہندوؤن کی پہلی شورش ہوئی، اور چند مسلمان کسی ہندو محلہ مین شہید کردیئے گئے ہین تو سارے حیدرآباد مین آگ سی لگ گئی تھی، ان شہیدون کا جنازہ لاکھون مسلمانون نے بڑی دھوم سے اٹھایا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس مجمع کا جوش سارے شہر مین ہندوؤن کو تہ تیغ کئے بغیر ٹھنڈا نہ ہوگا، سر حیدری کی وزارت تھی، نواب بہادر یار جنگ کو تقریر کی ممانعت تھی، دم بدم مجمع کا جوش بڑھ رہا تھا، اور خطرہ سب کے سامنے تھا، اس وقت اعلی حضرت نظام خلد اللہ ملکہ

کی اعلیٰ سیاست نے اوس شخص کو جان لیا، جو اس بھڑکتے ہوئے شعلہ پر پانی ڈال سکتا تھا، مرحوم کہتے تھے کہ
مین اپنے گھر مین تھا کہ خود اعلیٰ حضرت نے مجھ سے ٹیلیفون پر ارشاد فرمایا، کہ بہادر خان! مین تم سے خواہش
کرتا ہون، کہ تم اس فتنہ کو فرو کرو، عرض کی اعلیٰ حضرت! یون نہ فرمائین بلکہ حکم دین، فدوی ہتھیلی
پر سر رکھکر ابھی جاتا ہے، اور حکم شاہانہ بجالاتا ہے، چنانچہ وہ تنہا اوس مجمع مین گئے، اور چند منٹ کی موثر تقریر
مین سارا مجمع امن وسکون کے ساتھ منتشر ہوگیا، مسز سروجنی نائیڈو مکان کی چھت سے یہ سارا تماشا دیکھ رہی
تھیں، اُنھون نے بعد کو مرحوم سے کہا کہ مین نے امن وسلامتی کی حالت مین اسٹیج کے لیڈر اور مقرر تو بہت دیکھے
ہین، مگر انتقام کی آگ سے مشتعل اور جوش سے بھرے مجمع کو اس طرح قابو مین لانے والا لیڈر اور مقرر مین
نے آج ہی دیکھا،

مرحوم کی تقریرون کا اصلی میدان مسلم لیگ کے اجلاس اور اتحاد المسلمین حیدرآباد کے جلسے ہوتے
تھے، مرحوم کا مذاق مذہب آمیز سیاست تھا، اُن پر دینی سیاست کا راز کھل چکا تھا، اور وہ یہی راز سب کو
بتانا چاہتے تھے، اور جیسے جیسے زمانہ گذرتا جاتا تھا، ان کا یہ رنگ تیز سے تیز تر ہوتا چلا جاتا تھا، یہان تک کہ
یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کراچی کے بعد سے لیگ کے خالص دنیاوی سیاسیون پر ان کی تقریر بار ہونے لگی تھی،

حیدرآباد مین اگر ان پچھلے چند برسون کے اندر جب سر حیدری کی سیاست حیدرآباد کے دستور کی
ترکیب وتکمیل مین مصروف تھی، نواب بہادر یار جنگ کا وجود نہ ہوتا، تو حیدرآباد کے نظم ونسق کا کچھ اور
ہی انداز ہوگیا ہوتا، بیرونی ہندو لیڈرون اور دکن کے مرہٹون نے ریاست کی امن دوست اور وفادار
غیر مسلم رعایا کو بھڑکانے مین کوئی کمی نہین کی، اور یہ دعویٰ کیا، کہ مردم شماری کے مطابق ریاست مین دونون
قومون کے حقوق مانے جائین، یہ سب کچھ ہو رہا تھا مگر اس ملک کے مسلمان بالکل خواب غفلت مین تھے، اور بےخبر
عیش، آرام اُن کا کوئی دوسرا مشغلہ نہ تھا، وہان کے مسلمان جاگیردار جو اس ملک کی بڑی قوت ہین محو استراحت
تھے، دکن کے مسلمانون کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ صدیون سے حکومت کے سر پر سارا بوجھ ڈالکر آرام طلبی

اور بےفکری کے عادی ہوگئے ہین، اس بیکاری سے ان کے دست وبازو شل اور قوائے عمل معطل ہین، ان کا
کوئی قومی تخیل اور سیاسی جذبہ زندہ نہین رہا ہے، اور کسی حال مین یہ نہین معلوم ہوتا، کہ یہ اون کشورستانون
کی یادگار ہین، جنھون نے اپنے کو بڑی مشکلون مین ڈال کر دکن کی آصفی حکومت کو قائم کیا تھا،

مرحوم کا بڑا کارنامہ اسی جذبہ کو زندہ کرنا تھا، اونھون نے جاگیردارون کو جھنجھوڑ کر جگایا، اور بتایا کہ
اگر انھون نے اٹھ کر اپنی زندگی اور ملک کو اپنی ضرورت کا یقین نہین دلایا، تو زمانہ کا سیلاب ان کے اقتدار
کو بہالے جائے گا، عام مسلمانون کو یہ یاد دلایا، کہ یہ ملک تمھارا مفتوحہ اور مقبوضہ ملک ہے، اور تم بحیثیت
قوم کے اوس کے کشورکشا اور فاتح ہو، اور خانوادۂ آصفی کا سرتاج تمھاری حکومت کا نمایندہ، تمھاری
طاقت کا مظہر، تمھاری بادشاہی کا ستون اور تمھاری وفاداری کا مرکز ہے،

مرحوم نے اپنے اس سیاسی تخیل کی بنا پر تکلیفین بھی اٹھائین، ان پر پابندیان بھی عائد ہوئین اور ان کے
متعلق غلط فہمیان بھی پیدا کرائی گئین، تاہم اونھون نے ایثار کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا، یہان تک کہ اپنے خطاب و
منصب سے بھی دستبردار ہوگئے، اور یہ کوئی معمولی بات نہین ہے،

مرحوم کی کوششون سے دکن کے مسلمانون نے صدیون کے آرام کے بعد کروٹ لی اور اتحاد المسلمین
کے زیرِ سایہ ایک مرکز پر جمع ہوگئے، اس کی شاخین سارے ممالک محروسہ مین قائم ہوگئین، اوس کی آواز
نے ملت کی آواز کا رتبہ پایا، اس کے سالانہ اجلاس مین بیک دفعہ پچاس پچاس ہزار آدمی جمع ہوجاتے تھے،

مرحوم کا خیال تھا، اور بجا خیال تھا، کہ کسی ملک کی سرکاری تعلیم سے قومی روح زندہ نہین ہوسکتی
اس لئے حیدرآباد مین وہ ایک خالص قومی اسلامی درسگاہ قائم کرنا چاہتے تھے جو دکن مین اسلامی روح پیدا کرے
اور جب تک یہ درسگاہ قائم نہ ہو، ایک اسلامی بورڈنگ کی بنا ڈالی جائے، جس مین شہر کے ہر اسکول و
کالج کے مسلمان طلبہ اقامت پذیر ہون، اور وہ بورڈنگ کی تعلیم وتربیت مین رہین، چنانچہ اونھون نے
پچھلے ہی سال قومی چندہ سے ایک لاکھ مین حیدرآباد کے گویا وسط مین ایک بہت بڑی عمارت خریدی،

جس مین آیندہ تعمیرات کے لئے بہت بڑی وسعت ہے، یہی عمارت دار السلام کہلاتی ہے، اور یہی ان کے اتحاد المسلمین کا مرکزی دفتر ہے، اسی عمارت مین ایک قومی کتب خانہ اور ایک اسلامی دار الاقامہ اور علوم مشرقیہ کی ایک چھوٹی سی درسگاہ قائم کی تھی، اس سال کے شروع مین یہ ادارے قائم ہوئے، اور اس کے ظاہر کرنے مین مجھے مسرت ہے کہ اُن کے سیاسی و مذہبی تخیلات کی آبیاری، اور ان ادارون کی سربراہی مین جو گمنام آدمی کام کر رہا ہے، وہ تمام تر دار العلوم ندوۃ العلماء کی پیداوار ہے، ندوہ کے لئے یہ شکر کا مقام ہے کہ دین و دنیا کی جامعیت کے ساتھ جب کہین کوئی کام شروع ہوتا ہے، تو اس کے فرزند اس کے لئے بہترین اہل ثابت ہوتے ہین، مولوی عبد القدوس ہاشمی ندوی جو تکمیل کے بعد ہمیشہ علمی مشاغل مین مصروف رہے، مرحوم کی رفاقت کے لئے وہ بہترین رفیق ثابت ہوئے اور مرحوم بھی ان کی کما حقہ قدر کرتے تھے، بہرحال ان ادارون کی نگرانی ان کے سپرد کی، اور اونھون نے وہین قیام اختیار کر لیا،

اس سال فروری اور مارچ اور نصف اپریل کے چند مہینے ندوہ کی قومی امداد کے سلسلہ مین ان کے بہت قریب گذرے ہر دوسرے تیسرے انکے مکان پر جانا ہوا، جب گیا اُن کو مصروف اور بہت مصروف پایا، صبح سے شام تک ضرورتمندون اور ملاقاتیون کا تانتا بندھا رہتا تھا، ٹیلیفون سامنے ہوتا اور ڈاک دوسری طرف رکھی ہوتی تھی، معمولی مسلمان سے لیکر تاجر، بیوپاری، وکیل، اہل سیاست، اہلِ مشورہ اور حکام سب ہی قسم کے اشخاص باری باری سے آتے، اور باتین کرکے واپس جاتے تھے ملنے ملانے اور کہین آنے جانے کے لئے کئی کئی روز پہلے وقت مقرر ہوتا، اور پھر بھی ان کا کام پورا نہ ہوتا، مین نے حیدرآباد کے لیڈرون مین اُن سے زیادہ ہر دلعزیز کوئی آدمی نہین دیکھا، جس کا سکہ ہر کہ و مہ کے دل پر یکسان چلتا تھا،

ان کی عربی تعلیم کچھ زیادہ نہ تھی، تاہم حج کے موقع پر حجاز مین اور حج کے بعد مصر مین کچھ روز ان کا قیام رہا تھا، اور اس طرح عربی کی کچھ مہارت بہم پہنچائی تھی، اور چونکہ قرآن پاک کی تلاوت کا سلسلہ برابر جاری تھا، اس لئے قرآن پاک کی آیتون کے معنی بے تکلف سمجھ لیتے تھے، اور تفسیرون کی مدد سے قرآن پاک کے سمجھنے کی

کوشش بلیغ کرتے رہتے تھے، صبح کو نماز کے بعد تقریباً نو بجے تک اپنے قریب کی مسجد مین خود ہی لوگون کو قرآن پاک کا درس سناتے تھے، اور ہفتہ مین ایک دن شام کو انکے ہان اقبال کی کتابون کا درس ہوتا تھا، اور اقبال کے فلسفہ کی گتھی سلجھائی جاتی،

مرحوم ۱۹۰۵ء مین پیدا ہوئے تھے، وہ نسل کے سدوزئی پٹھان تھے، ان کے آبا و اجداد ہندوستان کو آخری مغل عہد مین جب ہر شمشیر زن قسمت آزما تھا، کچھ حوصلہ مند سپاہیون کی جمعیت کے ساتھ ہندوستان وارد ہوئے، پہلے ریاست جے پور مین طرحِ اقامت ڈالی، اور راجہ سے کچھ جاگیر پائی، اور بعد ازین حیدرآباد وارد ہوئے اور جمعدار کے عہدہ پر سرفراز ہوئے، اور تیس ہزار کی نسلاً بعد نسلٍ جاگیر پائی، مرحوم نے اپنی یہ خاندانی داستان کئی بار سنائی مگر کیا معلوم تھا کہ یہ داستان گو اب چند ہی روز کا مہمان ہے، ورنہ اس داستان کا حرف حرف محفوظ رکھا جاتا،

بہادر خان سا آدمی صدیون مین پیدا ہوتا ہے، اور جب پیدا ہوتا ہے انقلاب انگیز ہوتا ہے، اسکی ذات سے امتِ اسلامیہ کو بڑی بڑی امیدین قائم تھین، اور خصوصیت کے ساتھ دکن کے مسلمانون کے حق مین اس کا وجود آبحیات کا حکم رکھتا تھا، تاہم انسان ناچار ہے، اوس کی ناچاری کا راز ایسے ہی موقعون پر کھل جاتا ہے، تقدیر کا نوشتہ اور قضا کا حکم ناقابلِ تغیر ہے، فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۲۵ رجون ۱۹۴۴ء کو دفعتہ وہ حکم آیا اور بندہ نے بلا چون و چرا ایک لمحہ کے اندر اسکی دعوت پر لبیک کہا، اور اس دنیائے دون سے چل بسا،

اس پر اللہ تعالیٰ کی صدہا رحمتین ہون اور بے شمار نوازشین، غالباً مارچ ۱۹۴۴ء کی کوئی تاریخ تھی، نواب دوست محمد خان (جاگیردار) کے یہان دعوت تھی، جو مرحوم کے بڑے دوستون مین تھے، احباب کا مجمع تھا، گفتگو علمی اور مذہبی تھی، مرحوم نے بڑے پُراثر انداز مین کہا، آج قرآن پاک مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جب وہ مصر سے نکل کر مدین پہنچے ہین، یہ دعا تلاوت مین آئی، رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (اے میرے پروردگار! تو میرے بہتری کا جو سامان بھی مہیا فرمائے مین اوس کا محتاج ہون) مرحوم نے اس مؤثر دعا کے ایک ایک لفظ کو بڑی تاثیر کی حالت مین پڑھا، اور سامعین کے سامنے اسکی تشریح کی، خدائے بے نیاز کی بارگاہ مین عرض ہے کہ اے بارِ الٰہا! آج جب اوس دعا کا خواستگار تیرے حضور مین ہے اور تیرے گھر مہمان، تو تو اوس کے لئے وہی فرما جس کا وہ محتاج ہے،

بس

ادبیات

پیامِ اقبال

از جناب نکہت شاہجہانپوری

خرمنِ عقل و ہوش میں آگ سی اک لگائے جا — کشمکشِ حیات پر برقِ عمل گرائے جا،

سوزِ درون بڑھائے جا قلب و جگر جلائے جا — شمعِ حیات گل نہ کر عشق کی لو لگائے جا

تیرے جہانِ سوز مین طور کی بجلیان بھی ہین — ذوقِ تجلیات سے روح کو جگمگائے جا

ساغرِ گل کی مستیان وجہِ نشاط بن چکین — بادۂ تلخکام سے تشنہ لبی بجھائے جا

مقصدِ زندگی مگر کشمکشِ حیات ہے — لالہ و گل کے رنگ سے خونِ جگر پلائے جا

قید تعینات مین لیلیٰ آرزو کہان — دشتِ جنون نواز مین گام طلب اٹھائے جا

تابِ نظارہ گر نہو حسرتِ دید ہی سہی — شوقِ تجلیات مین حُسنِ نظر بڑھائے جا

تیرے سجود پر مگر عرش برین کو ناز ہے — غیرِ خدا کے سامنے سر کو نہ یون جھکائے جا

اٹھی ہین سمتِ غرب سے کفر و بلا کی آندھیان — عشق کا شعلہ زار بن شمعِ خرد بجھائے جا

قیدِ حیات و بندِ غم، شعبدۂ خیال ہے[1] — تو غمِ زندگی نہ بن موت پہ مسکرائے جا

صاحبِ بالِ جبرئیل اف یہ تری نوازشین

نکہتِ پر خمار کو جامِ خودی پلائے جا،

---

[1] تلمیح بطرف شعر غالب :- قیدِ حیات و بندِ غم اصل مین دونون ایک ہین، الخ،

مطبوعاتِ جدیدہ

اعمال نامہ از جناب سر سید رضا علی کے، ٹی، سی، بی، ای، ایم، ایل اے، تقطیع بڑی ضخامت ۵۲۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت مجلد آٹھ روپے، پتہ آغا سرخوش ہندستانی پبلشرز دہلی،

یہ کتاب جناب سر سید رضا علی کی خود نوشت سوانح عمری ہے، موصوف کی ابتدائی قومی، اور بعد کی سرکاری زندگی سے باخبر اصحاب ناواقف نہین، لیکن ان کی علمی ادبی اور تصنیفی حیثیت کا علم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہوا، یہ سوانحعمری تنہا مصنف کی سرگذشتِ حیات نہین ہے، بلکہ تاریخ و سیاسیات، مذہب و معاشرت زبان و شعر و ادب مختلف النوع مسائل و مباحث کا نہایت دلچسپ مجموعہ ہے،

سید صاحب علی گڈھ کے اس دور کی یادگار ہین، جب علی گڈھ کالج مسلمانون کی سیاست کا بھی مرکز تھا نواب محسن الملک و وقار الملک کا زمانہ اور اس عہد کی سیاست اونھون نے اپنی آنکھون سے دیکھی، اس لئے اسی زمانہ سے ان کو مسلمانون کی سیاست سے دلچسپی پیدا ہوئی، جو ان کے دور آزادی تک برابر قائم رہی، اور وہ ایک عرصہ تک مسلم لیگ کے سرگرم کارکن، اور مسلمانون کی سیاست مین عملی حصہ لیتے رہے، پھر سرکاری ملازمت کے زمرہ مین داخل ہونے کے بعد ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا، لیکن سیاست کا پرانا چسکا برابر قائم رہا، اس لئے اس کتاب کا بڑا حصہ اس دور کی سیاسی تاریخ پر مشتمل ہے، اور اس مین انیسوین صدی کے آخر سے لیکر ۱۹۱۶ء تک ہندوستان خصوصاً مسلمانون کی سیاسی سرگذشت، علی گڈھ کی اندرونی و بیرونی سیاست ہندو مسلم مسائل لیگ کی بنیاد، اوس کے اور کانگریس کے تعلقات، حکومت کے سیاسی مدوجزر

وغیرہ کی مختصر تاریخ آگئی ہے، کتاب کے آخری حصہ مین ۱۹۱۶ء سے لیکر ۱۹۴۳ء تک ہندوستان کی سیاسی سرگذشت اور اوس کے نتائج پر مختصر نقد و تبصرہ ہے، یہ زمانہ مصنف کے سیاسی اعتکاف کا تھا، ان کو ہندوستان کی سیاست کے عملی تجربہ کا موقع نہ مل سکا، اس لئے اس بارہ مین ان کے بعض خیالات اور نقطۂ نظر سے اختلاف کی گنجایش نکل سکتی ہے، لیکن وہ رندی و پارسائی، دونون راہون کے سالک اور ہندوستان کی سیاست مین کم از کم دور کے تماشائی رہ چکے ہین، اس لئے وطن پرستون کے لئے ان کی بہت سی باتین لائق غور ہین، ان کے قلم سے برطانوی سیاست کے بارہ مین بھی بعض پتہ کی باتین نکل گئی ہین، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ ایک پرانا پہلوان اکھاڑا چھوڑنے کے بعد داؤن پیچ کے اسرار فاش کر رہا ہو، اس سیاسی سرگذشت کے ساتھ اس عہد کے مختلف تاریخی واقعات، اکابر اور مصنف کے معاصر و ہم پیشہ اصحاب کے حالات اور متفرق دلچسپ و مفید معلومات بھی معرض تحریر مین آگئے ہین، جو کتابون مین نہین مل سکتے، اور جن سے اس عہد کے مذاق اور سوسائٹی کی تصویر سامنے آجاتی ہے،

کتاب کے لسانی اور ادبی مباحث، مصنف کے حسن مذاق اور نکتہ سنجی کے آئینہ دار ہین، اونھون نے اردو زبان و ادب کے پرانے ذخیرہ اور جدید ترقی پسند رجحانات اور اختلافی مسائل کے متعلق جو صحیح اور معتدل رائین دی ہین، وہ اردو ادب مین ان کی دیدہ وری کا ثبوت ہین، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کو اردو زبان سے محض سیاسی تعلق نہین ہے، بلکہ وہ اس کا ستھرا اور پاکیزہ مذاق رکھتے ہین، اور انھون نے ان مسائل پر کافی غور کیا ہے، یہ مباحث خاص طور سے آج کل کے کم سواد ترقی پسند ادیبون کے مطالعہ کے لائق ہین، مصنف کے ادبی مذاق کا سب سے بڑا نمونہ خود اس کتاب کی زبان و انشاء کی دلکشی ہے، لطف انشاء کے ساتھ تحریر مین اتنی بیساختگی شگفتگی سے جمع ہوتی ہے، مصنف کے لطف بیان نے خشک تاریخی و سیاسی واقعات مین افسانے کا لطف پیدا کر دیا ہے، ان کے طبقہ مین اردو کے ایسے پاکیزہ مذاق کی مثالین کم ملتی ہین، یہ غالباً مصنف کی قدیم ابتدائی تعلیم اور ان کے شاعرانہ ذوق کا نتیجہ ہے،

مذہب و عقائد کی بحث جدید و قدیم خیالات اور شیعہ سُنّی مسائل مین تراش و خراش کر کے دونون مین سمجھوتہ کرانے کی کوشش کی گئی ہے، مصنف کا حسن نیت لائق تحسین اور انکی یہ کوشش لائق قدر ہے، لیکن کامیاب نہین، مجموعی حیثیت سے ان کے مذہبی خیالات خصوصاً بعض اسلامی مسائل پر عیسائیون کے اعتراضات کے جوابات ان کے دینی جذبہ کے آئینہ دار ہین، شیعہ سُنّی عقائد مین اونھون نے اپنے خوش عقیدہ سُنّی جد امجد اور شیعہ پدر بزرگوار دونون کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کی ہے،

ایک باب عشق و محبت ہے، جو بقول مصنف اس کتاب کا "باب پنجم" ہے، اس باب کے بغیر مصنف کے سوانح حیات نا تمام رہتے، اس مین آٹھ گرفتاران محبت کی روداد ان کی زبان سے بیان کی گئی ہے گو روداد دلچسپی سے خالی نہین، لیکن مصنف کی آپ بیتی کے مقابلہ مین یہ جگ بیتی پھیکی معلوم ہوتی ہے،

بحیثیت مجموعی یہ کتاب اردو زبان مین قابل قدر اضافہ ہے، اس مین اتنے گوناگون اور دلچسپ مباحث ہین، کہ اس خوان ادب مین ہر مذاق کے آدمی کو دلچسپی کا کچھ نہ کچھ سامان مل جائے گا، اردو زبان مین غالباً یہ پہلی خود نوشت سوانح عمری اور مصنف کی اردو دوستی کا ثبوت ہے، کہ اونھون نے انگریزی زبان کو چھوڑ کر اس کو اپنے سوانح کے لئے انتخاب کیا، اس کتاب کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے، کہ اگر وہ تصنیفی زندگی اختیار کئے ہوتے، تو ایک کامیاب مصنف ہوتے، ان کی یہ پہلی تصنیف کسی پختہ کار مصنف کی تصنیف سے کم نہین، امید ہے کہ مصنف اصحاب ذوق کو اس کے دوسرے حصہ سے لطف اندوز ہونے کا جلد موقع دین گے،

امت کی مائیں از مولانا راشد الخیری مرحوم تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۵۲ صفحے، کاغذ معمولی

کتابت و طباعت، بہتر قیمت مجلد ۱۲ عار پتہ:- نیا کتاب گھر اردو بازار جامع مسجد دہلی،

یہ کتاب مصنف مرحوم کی پرانی تالیف کا چوتھا، اڈیشن ہے، اس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حالات ہین، کتاب کے شروع مین مختصراً سوانح نبوی دیدیے ہین، حضرت خدیجہ اور

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات نسبۃً تفصیلی اور باقی ازواج کے حالات مختصر ہین عموماً یہ حالات صحیح ہین، لیکن کہین کہین یہ فروگذاشت ہوگئی ہے، مثلاً حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی مصلحت یہ بیان کی گئی ہے، کہ تبلیغ اسلام مین تقویت کے لئے کیا گیا تھا، ص ۹۰ حالانکہ یہ نکاح بعثت نبوی سے پندرہ سال پہلے ہوا تھا، جب تبلیغ کا کوئی سوال ہی نہ تھا، حضرت ابوسفیان، امیر معاویہ، اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم کے متعلق جو نامناسب الفاظ استعمال کئے گئے ہین، وہ ایک مسلمان کے قلم سے نہایت نازیبا ہین، ابوسفیانؓ نے حالت کفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، قبول اسلام نے اس پر خط عفو پھیر دیا تھا، اور ابوسفیانؓ نے اپنے خدمات سے اس کی تلافی بھی کی، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا لحاظ فرماتے تھے، اسی طرح حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کا اختلاف دو اکابر صحابہ کا اختلاف تھا، جس پر کسی مسلمان کو تنقید اور ان مین سے کسی کی تنقیص کا حق نہین ہے، حضرت حسانؓ بن ثابت افک کے معاملہ مین ضرور منافقین کے فریب مین آگئے تھے، لیکن ان پر اسکی حد بھی جاری ہوگئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ دونون اُن سے راضی اور خوش تھے، اس لئے اون کی تنقیص بھی نازیبا ہے، حضرت حسانؓ کی بڑی خدمات ہین، وہ شاعر اسلام تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اور مسلمانون کی جانب سے کفار و مشرکین کی ہجو کا جواب دیتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمائی تھی، کہ خدایا روح القدس سے ان کی مدد فرما، حضرت عائشہؓ کی روایات حدیث کے سلسلہ مین مرقوم ہے، کہ ان کی روایات کی تعداد بعض کے نزدیک دو ہزار دو سو دس بتائی جاتی ہے، لیکن اس مین کچھ اختلاف ہے ہان ایک سو ستر ایسی ہین جن پر سب متفق ہین، ص ۵۳" حضرت عائشہؓ کی مرویات کی تعداد مین کوئی اختلاف نہین ہے، سب کے نزدیک اتنی ہی ہے، اختلاف کا مطلب یہ نہین ہے کہ ایک سو ستر (صحیح ۱۷۴) کے علاوہ باقی مختلف فیہ مین، یہ ایک حدیث کی اصطلاح ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۷۴ روایتین متفق علیہ یعنی بخاری اور مسلم دونون مین ہین، باقی حدیث کی اور کتابون مین ہین، حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر ابو ہالہ کا نام معاس نہین، بلکہ ہند تھا، حضرت عبداللہ بن

جحش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد نہین، بلکہ پھوپھی زاد بھائی تھے، اس قسم کی اور بھی اسمین فروگذاشتین ہین، اشخاص اور مقامات کے نام اکثر غلط ہین، اس کا سبب غالباً مصنف کی عربی سے ناواقفیت ہے، ان فروگذاشتون سے قطع نظر کتاب مفید اور مسلمان عورتون کے پڑھنے کے لائق ہے۔

مذہب و تمدن ازجناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی استاد ندوۃ العلماء لکھنؤ تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۱۱ صفحے، قیمت ۱۲/ پتہ مکتبہ جامعہ دہلی، اور اسکی شاخین لاہور لکھنؤ اور بمبئی نمبر ۳

دنیا کے تمام مذاہب اور تمدن عبارت ہین اس کائنات اور دوسرے عالم کے متعلق چند فطری سوالات اور چند اہم دنیاوی مسائل کے حل اور اس کے مطابق ایک نظام حیات سے جو دنیا و آخرت دونون مین انسانی فلاح و سعادت کا ضامن ہو سکے، ان سوالات و مسائل کے حل اور اون کے جوابات کے صرف چند وسائل ہین حواس خمسہ، عقل، ذہنی، و مذہبی فلسفہ اور اشراقی روحانیت آج تک دنیا کے تمام عقلا نے ان کے حل مین انہی وسائل کو اختیار کیا ہے، اس طریقہ سے انسانون نے انسانون کے فلاح و سعادت کے اب تک جتنے نظام حیات بنائے ہین، ان کی بنیاد یا محسوس مادی فوائد پر ہے یا عقل و تجربہ پر یا روحانی رہنمائی مین دنیا کے تمام بڑے بڑے تمدنون کے بنائے ہوئے نظام حیات ان تینون بنیادون سے باہر نہین ہین، لائق مولف نے اس کتاب مین علمی و عقلی تنقید کی روشنی مین دکھایا ہے، کہ اس کائنات اور دوسرے عالم کے متعلق بنیادی سوالات کے جواب مین اول الذکر وسائل بالکل قاصر ہین، اسی طریقہ سے انسانون کے بنائے ہوئے سارے نظام حیات خواہ وہ حسی یا مادی ہون، یا عقلی و روحانی، نہ صرف انسانی فلاح و سعادت کی ضمانت سے قاصر ہین، بلکہ وہ یا انسانی شرف کے مضر و مہلک ہین، یا گمراہ کن، اور تفصیل کے ساتھ ان تینون کے مفاسد اور برے نتائج دکھا کر آخر مین ان مسائل کے حل اور نظام حیات کی تعمیر کے صحیح وسیلہ اور اصلی راہ وحی الہٰی، رسالت اور نبوت پر بحث کی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک، قرآنی تعلیمات، اور اسلام مین اس کی جگہ کے ان سوالات کا حل اور خدائی نظام حیات پیش کیا ہے، پوری کتاب مصنف کے ذوق سلیم دقت نظر اور نکتہ سنجی

کی آئینہ دار ہی، ہر بحث عقلی حیثیت سے بھی اتنی قابل اور دلنشین ہے، کہ منکرین مذہب بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکے، اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی جزائے خیر دے، یہ کتاب ہر پڑھے لکھے مسلمان کے مطالعہ کے لائق ہے،

یہ دلی ہے ازجناب سید یوسف بخاری دہلوی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۹۲ صفحے کاغذ معمولی، کتابت وطباعت بہتر، قیمت مجلد عا، پتہ، مکتبہ جہان نما دہلی،

دلی کی پرانی تہذیب گو زوالِ حکومت کے ساتھ مٹ چکی، اور اس کے جو دھندلے نقوش باقی ہین، وہ بھی کچھ دنون کے مہمان ہین، لیکن اس کی دلفریب یاد ہمیشہ قائم رہے گی، دلی عبارت تھی، اسی تہذیب کی جلوہ آرائیون سے اس کتاب مین اس کے چند مناظر دکھائے گئے ہین، اور لائق مؤلف نے دلی کی گلیون، دلی کے ایک محلہ مین شاہی زمانہ کی عید، دلی کی شادی، دلی کے کرخندارون، دلی کے دھوبیون، دلی کے شہدون، دلی کے مکتب، اور دلی کی پتنگ بازی کی پرانی تصویرین، دکھائی ہین، تیموری جاہ وجلال کے تو صد ہا مرقع تاریخون مین موجود ہین، لیکن وہان کی تہذیب و معاشرت کا دفینہ صرف پرانے لوگون کا سینہ ہے، اس لئے یہ کتاب لائق قدر ہے،

اشتراکیت اور اسلام ازجناب مظہر الدین صاحب صدیقی، بی اے، تقطیع چھوٹی، ضخامت :- ۴۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت :- ۸ر، پتہ اقبال اکیڈمی ظفر منزل تاجپورہ لاہور،

اب سے کچھ دنون پہلے یہ مضمون معارف مین شائع ہوا تھا، جسے اقبال اکیڈمی نے کتابی شکل مین شائع کر دیا ہے، اس مین اشتراکیت کے مقصد اس کی تاریخ مارکس کے فلسفہ اور انقلاب روس پر نقد و تبصرہ کر کے اوس کے نقائص ظاہر کئے ہین، اور اوس کے مقابلہ میں اشتراکیت کے بارہ مین اسلامی نقطۂ نظر کی تشریح کر کے اس کی خوبیان دکھائی ہین، مضمون مفید و دلچسپ ہی معلوم نہین ناشر صاحب نے مضمون نگار کا نام اور معارف کا حوالہ کس مصلحت کی بنا پر دینا مناسب نہین سمجھا،

"م"

جلد ۵۴ ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۴ء عدد ۳

مضامین

شذرات

افسوس ہی کہ مولانا عبید اللہ سندھی نے ۲۲ر اگست سنہ ۱۹۴۴ء کو اس عالم فانی کو الوداع کہا، مرحوم نے ساری عمر اپنے خیالات کی خاطر جنکو وہ حق سمجھتے تھے تکالیف مین بسر کی، بلکہ یون کہنا چاہئے کہ مدت کے بعد کوئی عالم دین ایسا پیدا ہوا تھا جس نے اس طرح مجاہدانہ زندگی بسر کی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے، اور مقام اعلیٰ نصیب فرمائے،

اس ماہ گذشتہ کا دوسرا حادثہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری مجذوب کی وفات ہی، مرحوم حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلفا مین تھے، گوکہ وہ عالم نہ تھے، گریجوایٹ تھے، عمر بھر اعلیٰ سرکاری ملازمت کی، مگر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ قلب خاشع اور وہ تقویٰ عطا ہوا تھا جس پر بڑے بڑے علما کو رشک ہونا چاہئے، اور شعر و سخن کی محفل مین وہ بلبل گویا تھے، کہ جس کے سریلے نغمون سے ایک مدت تک اہل درد لذت پاتے رہین گے، اللہ تعالیٰ جنت الفردوس اُن کا آرامگاہ بنائے،

اس نمبر مین "مولانا عبید اللہ سندھی" نام ایک کتاب پر تبصرہ شامل ہی، یہ مضمون کئی ماہ پہلے لکھا گیا، اور معارف مین چھپنے کو آیا، اگر اس کا تعلق مولانا کی ذات سے ہوتا، تو ہم اسکی اشاعت قطعاً روک دیتے، مگر چونکہ یہ ذات کے بجائے ان کے خیالات سے متعلق ہی جو ان کی وفات کے بعد بھی پھیلین گے، اور پھیلائے جائین گے، اس لئے اس کی اشاعت کی ضرورت بہرحال باقی ہے،

مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی رقمطراز ہین :-

"آج پھر مدت کے بعد اس عریضہ کے لکھنے کی نوبت آرہی ہی، حقیقی محرک تو اس کا جولائی کے معارف کے شذرات کا وہ وسطانی حصہ ہی جس مین معارف نے ان عصری لغزشون کی طرف اشارہ کیا ہی جنھین آپ تو لغزش ہی فرما رہے ہین لیکن میرے نزدیک تو یہ چیزین قریب قریب ارتداد کے پہنچتی چلی جارہی ہین ...... اس راہ کے سب سے بڑے پیشوا نظر آتے ہین، اور بظاہر کچھ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ جناب ...... کا حشر بھی خدانخواستہ انکے ساتھ نہ ہو ...."

"اتفاقاً معارف کے اس شذرہ پر ادھر نظر پڑی ہی تھی، کہ منہاج السنۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے دیکھنے کی ضرورت پیش آئی، ابتدا کتاب ہی مین یہ عجیب الفاظ آج سے صدیون پہلے کے ملے، دیکھ کر حیران ہو گیا، بے اختیار جی چاہا کہ آپ کی خدمت مین بھی اوس کی ایک نقل روانہ کر دون، اپنے زمانہ کے چند خاص طبقات کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھنے کے بعد کہ یہ لوگ ان لوگون مین ہین جن کے متعلق قلت معرفتھم بالعلوم والدین ولم یعرفوا اصل دین المسلمین رعلم اور دین کی معرفت جن کی تھوڑی ہی، اور مسلمانون کے دین کی بنیاد تک جن کی رسائی نہ ہو سکی، اور انکے